محبت کے انوکھے پھول



رقیہ علی

محبت کے انوکھے پھول

رقیہ علی

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40-اردو بازار، لاہور۔
فون: 37352332-37232336 فیکس: 37223584
www.ilmoirfanpublishers.com
E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

انتساب!

محبت کے انوکھے پھول

اپنے والد محمد علی کے نام
انہوں نے ہمیں پڑھانے کے لیے پورے خاندان سے جنگ کی
اور سیسہ پلائی دیوار بن کر ہر چیز کا مقابلہ کیا
اور ہمیں اعلیٰ تعلیم دلوائی۔

Theme

This story isabout a great man who gave education to his daughters and stood with them and faced every hurdlethat came in their lives.

محبت کے انوکھے پھول

غصے سے صبا بیگم ”باپ نے کچھ زیادہ ہی آزادی دی ہوئی ہے...... کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔“ بولتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

سامنے بیٹھ احمد کو دیکھ کر۔

”سنا ہے آپ نے...... سبین کہہ رہی ہے کہ وہ گھر میں ٹیوشن سنٹر کھولے گی...... آپ بلا کر اس کے کان کھینچیے۔“

بڑے پرسکون انداز میں احمد بیگم کی شکایت سن کر۔

”بلاؤ سبین کو! ابھی پوچھ لیتے ہیں وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔“

چڑ کر ”یہ نہیں پوچھنا وہ کیا چاہتی ہے۔“

بیگم کی طرف پرسکون انداز میں دیکھتے ہوئے۔

”تو پھر کیا کہنا ہوگا۔“

غصے سے ”یہی آپ کا پرسکون انداز ہے...... جس کی وجہ سے جو اُن کا دل چاہتا ہے کرتی ہیں۔“

”بیگم! میری بیٹیاں کچھ غلط کرتی ہی نہیں، تو پھر میں ڈانٹوں کیوں؟“

لہجے میں دھیما پن لاتے ہوئے صبا بیگم۔

”غلط ہے یا نہیں...... لیکن ان کی یہ بات مت مان لینا۔ میں سبین کو بھیج رہی ہوں۔“

کچن میں جا کر صبا بیگم ملازمہ سے ”جا کر سبین کو احمد کے کمرے میں بھیجو، اس کو کہنا بابا بلا رہے ہیں۔“

وہ سبین کے کمرے میں چلی گئی اور اُس سے ”صاحب بلا رہے ہیں۔“

باپ کا سن کر سبین فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔ باپ کے کمرے کی طرف چل دی۔ وہ سوچ رہی تھی یقیناً ماما نے بابا کو میرا Plan بتا دیا ہوگا۔ کوئی بات نہیں، اچھا ہی ہوگا Let see which way the wind blows"

دیکھتے ہیں کس کروٹ اونٹ بیٹھتا ہے۔"

"جی بابا! آپ نے بلایا تھا۔" کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سبین۔

"میں کیا سن رہا ہوں،"

"آپ نے کیا سنا ہے؟"

"یہی کہ تم گھر پر ٹیوشن سنٹر کھول رہی ہو۔"

تذبذبانہ انداز میں سبین۔

"جی بابا......ارادہ تو ہے......اگر آپ ساتھ دیں۔"

شفقت و محبت سے احمد۔

"بیٹا اس کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کو ہر سہولت میسر ہے۔ کچھ اور چاہیے تو بتاؤ، میں پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"بابا! ایم۔ ایس۔ سی کے بعد فارغ ہوں۔ ٹی۔ وی دیکھ کر تھک گئی ہوں۔"

"تو بیٹا آگے پڑھ لو۔"

"بابا! پڑھوں گی لیکن ابھی کچھ مختلف کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو پھر سکول میں جاب کرلو۔ گھر میں پڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔"

منہ پر سنجیدگی لاتے ہوئے سبین۔

"سکول میں bound ہونا پڑے گا۔ صبح اُٹھو......تیار ہو پھر جاؤ اس کے علاوہ ایک اور مشکل کام۔"

تعجب سے احمد۔

"وہ کیا......؟"

"دوسروں کے حکم پر چلو۔ میں کچھ adventruous کرنا چاہتی ہوں۔ جہاں میرا حکم چلے۔"

"تو بیٹا! یہ advanture صرف ٹیوشن سنٹر کھول کر ہی ہوسکتا ہے۔ اس کا کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا۔"

"بابا اور کوئی طریقہ نہیں ہے Infact availiability دیکھی جاتی ہے۔"

and I have this appartunity

باپ کا دلچسپی لینے کے انداز کو دیکھ کر سبین مزید وضاحت کرنے لگی تھی۔

"بابا! ساتھ والی آپی مبین آئی تھی وہ کہہ رہی تھی سوسائٹی میں کسی کو Math نہیں آتا۔ وہ ڈرتے ڈرتے کہہ رہی تھی کہ تم میری بیٹیوں کو پڑھا دو۔ مجھے ان کا یہ آئیڈیا بہت اچھا لگا۔"

"لیکن بیٹا! تمہاری ماں کو اچھا نہیں لگا اس کو بہت غصہ ہے بہتر ہے کہ تم ماں کا کچن میں ہاتھ بٹاؤ۔"

"بابا! آپ تو کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ مگر آپ تو پہلی ہی سیڑھی پر ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔"

بیٹی کی بات نے احمد کو سوچ میں ڈال دیا تھا۔ وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگیا، پھر بولا۔

"ٹھیک ہے۔ پیچھے والی Annexi خالی کروا دیتا ہوں۔ جو اس میں کوڑا کباڑ پڑا ہے، وہ شفی سے کہوں گا اُٹھا کر لے جائے۔ تم حمیدہ سے کہنا وہ اُس کی اچھی طرح صفائی کردے...... اور جوش میں آ کر خود مت لگ جانا۔"

خوشی سے۔ "نہیں بابا!"

حالانکہ خوشی اس کے وجود سے جھلک رہی تھی کہ اس کے باپ نے اس کا ساتھ دے دیا ہے۔ یعنی اس کو دنیا مل گئی تھی اب اس کو کسی اور کی ضرورت نہیں تھی۔

"میں صفائی کرواؤں گی۔"

"میں جانتا ہوں۔ دوسروں کے کام خود ہی کر دیتی ہو۔"

جاتے جاتے رک کر سبین۔

''بابا!......ماما کا کیا ہوگا۔''

''کچھ دن ناراض ہوگی پھر ٹھیک ہو جائے گی۔''

خوشی اور جوش کے انداز میں۔

''Thank you ......بابا''

کہتے ہی کمرے سے بھاگ گئی۔

وہ کمرے سے بھاگ کر جا رہی تھی تو صبا کمرے میں آ رہی تھی اس کو روک کر صبا۔

''ہو گئی تمہارے بابا سے تمہاری بات......''

''جی ماما! اور بابا نے اجازت بھی دے دی ہے۔''

اس کی بات سنی تھی کہ صباء کو اور غصہ آ گیا تھا غصے سے۔ ''لیتی ہوں ان کی خبر......بیٹیوں کو تو سر پر چڑھایا ہوا ہے۔''

کمرے میں داخل ہوتے ہی صباء بیگم۔

''یہ آپ سمجھا رہے تھے بلکہ اس کے ساتھ مل کر ٹیوشن سنٹر کھول رہے تھے۔ یہ ہے میری بات کی اہمیت اس گھر میں۔''

بیگم کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے احمد۔

''بچی ہے۔ شوق پورا کرنے دو۔ تمہارا کیا جاتا ہے۔''

چڑ کر صباء بیگم۔

''پہلے خاندان میں سب سے زیادہ پڑھا دیا ہے۔ اوپر سے کمانے کے لیے بھی تیار کر رہے ہیں۔''

''بیگم! کچھ نہیں ہوتا۔ بچے تجربے کر کے سیکھتے ہیں۔ جب تجربہ کر لے گی تو چھوڑ دے گی۔ پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔''

''خاندان میں اس کی عمر کی ساری لڑکیاں بیاہی گئی ہیں۔ یہ محترمہ ابھی اور پڑھے گی۔ چھوٹی شائزہ تو اس سے بھی باکمال ہے۔ وہ Abroad پڑھنے کے لیے جانے کا پروگرام بنا رہی ہے۔''

چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ اور خوشی سے احمد۔

''کوئی بات نہیں بھیج دیں گے۔''

''آپ کی جو مرضی ہو کریں۔''

غصے سے صباء بیگم کمرے سے چلی گئی۔

☆......☆......☆

اگلے دن احمد نے شفی کو بلایا تھا۔ وہ آیا ''جی صاحب! آپ نے بلایا تھا۔''

''Annexy سے سارا سامان اٹھوا دو اور حمیدہ سے کہو۔ جس طرح سبین کہتی ہے اچھے سے صفائی کر دے۔ تم بھی اس کے ساتھ مل کر ہر چیز صاف کر دو۔''

''جی صاحب! جیسا کہ آپ نے کہا ہے ایسا ہی ہو گا آپ فکر ہی نہ کریں۔''

''ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔''

اس نے annexy سے سارا سامان اٹھوا دیا تھا۔ حمریہ کو بھی صفائی کا کہہ دیا تھا۔

یہ چھوٹے طبقے کی عادت ہوتی ہے کوئی بھی کام بعد میں کرتے ہیں پہلے اس کی وجہ پوچھتے ہیں اسی طرح حمیدہ نے صفائی بعد میں شروع کی تھی سوال پہلے تیار کر رکھے تھے۔

''بی بی جی! صفائی کیوں کروا رہی ہیں۔ کیا کوئی آ رہا ہے۔''

''نہیں۔ میں ٹیوشن سنٹر کھولنے لگی ہوں۔''

حیرت سے حمیدہ سبین کا منہ دیکھتے ہوئے۔

''کیا بڑی بی بی مان گئیں؟''

سنجیدگی سے ہونٹوں کو دانت کے نیچے دباتے ہوئے سبین۔

''نہیں۔ لیکن بابا نے اجازت دے دی۔''

''احمد صاحب بہت ہی اچھے ہیں۔ فوراً بات مان جاتے ہیں۔ اگر کوئی غیر معقول بات ہو تو ہی نہیں کہتے ہیں۔''

''صحیح کہا! غیر معقول بات کبھی نہیں مانتے۔ ورنہ ہر بات مان جاتے ہیں۔''

''بی بی جی! بحث چھوڑیں آپ کا کام ہو گیا۔ یہ ہی ٹھیک ہے۔''

نہیں نہیں کہنے والی سبین نے حمیدہ کے ساتھ مل کر Annaxy کا کونا کونا صاف کر دیا تھا۔ اس کو ایسا کر دیا تھا جیسے کبھی یہاں پر کوئی گند تھا ہی نہیں۔

آوازیں لگاتے ہوئے سبین کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

''شائزہ...... شائزہ......''

''کیوں اتنے جوش سے آوازیں لگا رہی ہیں سبین آپی۔ کیا ہوا ہے؟''

''میں نے بہت بڑا adventure کیا ہے۔''

''مطلب کہ......''

''مطلب یہ ہے تم رات کو Thesis کا کام کر رہی تھی۔ اس لیے میں نے تم کو breaking news نہیں سنائی۔''

''کون سی breaking news ہے۔''

تجسس کا اظہار کرتے ہوئے شائزہ ''اب بتا بھی دیں۔''

''خبر...... یہ ہے...... کہ...... میں نے بابا کو منا لیا ہے۔''

بے صبری سے شائزہ ''کس چیز کے لیے۔''

''ہم ٹیوشن سنٹر کھول رہے ہیں۔''

جوش سے شائزہ چھلانگ لگا کر سبین کے پاس پہنچ گئی تھی۔

''کیسے مانے ہیں۔''

''یوں چٹکی بجا کر۔''

''نہیں...... یہ نہیں...... ہو سکتا۔''

''ایسا ہی ہوا ہے۔ بابا بہت اچھے ہیں۔''

''ماما نے کچھ نہیں کہا۔''

چہرے پر اُداسی کے تاثرات کے ساتھ بین۔

''ناراض ہیں۔لیکن خود ہی ٹھیک ہو جائیں گی۔''

''یہ تو ہو گیا۔اب آگے کا پلان بتاؤ۔کیا کرنا ہے۔''

''میں نے صفائی بھی کروالی ہے۔تم چل کر دیکھو۔پھر سوچتے ہیں کیا کرنا ہے۔''

دونوں Annexy میں گئیں شائزہ اس کو دیکھ کر۔

''تم صفائی چھوڑو۔یہ بتاؤ کمروں میں قالین ڈالوں یا ڈیسک۔''

''آپی! ہم نے کون سے ڈھیروں ڈھیر بچے پڑھانے ہیں۔میرا خیال ہے قالین ٹھیک ہیں۔ Farmalities میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ہم بھی Relax رہیں گے اور بچے بھی۔''

شائزہ کی بات کی تائید کرتے ہوئے بین۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔''

''ہم نے جو پیسے جمع کئے ہیں۔بابا کو دے دیتی ہوں۔اور کہتی ہوں قالین ڈلوا دیں۔''

بڑی بہن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے شائزہ۔

''ٹھیک ہے لیکن وہ تو ویسے بھی ڈلوا دیں گے۔''

''میں جانتی ہوں لیکن میں چاہتی ہوں ہم خود بھی کچھ کریں۔ہر وقت بابا کرتے ہیں۔مطلب ہم خود مختار ہو جائیں۔''

تائید کرتے ہوئے شائزہ۔

''میرا بھی دل یہ ہی چاہتا ہے۔ہم کوئی مثال قائم کریں۔''

''مطلب......دو ambitions بھرے دل ملنے لگے ہیں کوئی نہ کوئی تو نتیجہ نکلے گا۔''

''اب تم یونیورسٹی جاؤ۔میں بابا سے بات کرتی ہوں۔''

''میں بھی بس تیار ہو کر جانے لگی ہوں۔''

دونوں نے کچھ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ سبین باپ کے پاس گئی۔ اور شائزہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہو رہی تھی۔

"بابا! Annex میں قالین ڈلوا دیں۔"

"بیٹا شام تک ڈال جائیں گے۔"

باپ کی طرف ہاتھ بڑھا کر سبین۔

"بابا! یہ پیسے لے لیں۔"

حیرت سے بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے احمد۔

"کچھ ہوا ہے؟"

"نہیں بابا! میں نے اور شائزہ نے Pocket money سے جمع کیے ہیں۔"

بیٹی کی بات نے احمد کو چونکا دیا تھا وہ جو لیٹا ہوا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"بیٹا! کہا نا...... شام تک ڈلوا دوں گا۔"

"بابا! آپ سب کچھ کر دیتے ہیں۔ لیکن ہم یہ سب خود کرنا چاہتی ہیں۔"

وہ جو صباء بیگم کمرے میں داخل ہو رہی تھی سن کر غصے سے......

"لو جی!...... ابھی کمانا شروع نہیں ہوئیں تو یہ حال ہے۔ آگے آگے آپ دیکھیے کیا ہوتا ہے۔"

"اچھی بات نہیں؟ میری بیٹیاں خود دار ہیں۔ کچھ کر کے دیکھنا چاہتی ہیں۔ لاؤ بیٹا...... میں ڈلوا دوں گا۔"

غصے سے "ناشتہ لگ گیا ہے...... آپ بھی آ جائیں۔ تم جاؤ شائزہ اور الیان کو لے آؤ۔ اس کو سکول جانا ہے۔ دیکھو......! اس کو تیار کر کے لانا۔"

"جی ماما......"

غصے سے صباء بیگم چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی احمد بیٹی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے۔

"It is always surprised to hear from you

(تم مجھے ہمیشہ حیران کر دیتی ہو)

"Becuse amminet man has amminent son. BaBa"

(اعلیٰ آدمی کا بیٹا بڑا ہوتا ہے)

"Yes, my son, It sounds good"

"چلو چلتے ہیں تمہاری ماما پھر نہ آ جائیں۔"

وہ بھاگی بھاگی الیان کے کمرے میں گئی۔ وہ تیار ہو رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر۔ "شکر ہے تم تیار ہو گئے ہو۔ آج ماما بہت غصے میں ہیں۔"

"Definatly you have burst the bomb"

(یقیناً آپ نے بم پھاڑا ہوگا)

"تمہیں میں دہشت گرلگتی ہوں۔"

"Actualy, your ideas creat distortion so you can be called tornado"

(دراصل آپ کے خیالات تباہی پیدا کرتے ہیں اس لیے آپ کو طوفان کہا جا سکتا ہے)

"شرم کرو بہن کو طوفان کہہ رہے ہو۔ چلو بحث ہم پھر کریں گے اب تم جلدی چلو۔ ورنہ طوفان یہاں آ جائے گا۔"

دونوں ناشتے کی میز کی طرف بھاگے۔

ناشتے کی میز پر سارا خاندان کھانا کھا رہا تھا مگر مکمل خاموشی تھی۔ جیسے طوفان کے بعد ہوتی ہے۔ ناشتے کے بعد سب چلے گئے۔ سبین نے بھی خاموشی سے اپنے کمرے میں جانے کو غنیمت سمجھا۔

☆......☆......☆

چار پانچ بجے دو عورتیں پانچ بچوں کے ساتھ آئیں۔

"السلام وعلیکم مبین آپی۔"

''وعلیکم السلام!''

پاس بیٹھی صباء بیگم کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے مبین ''السلام وعلیکم صباء آنٹی۔ کیسی ہیں آپ؟''

''بیٹھو بیٹا میں ٹھیک ہوں۔''

ساتھ والی عورت کا تعارف کرواتے ہوئے مبین۔

''یہ فاطمہ اور اس کے تین بچے ہیں۔ امبر اور حنا کو تو تم جانتی ہو...... حمیدہ چائے لاؤ۔'' آواز دیتے ہوئے صباء بیگم۔

''جی بی بی جی آئی۔''

''شکریہ! اس وقت میں جلدی میں ہوں پھر کبھی سہی۔ یہ پانچوں بچے اب تمہارے حوالے ہیں۔ اب ہمیں اجازت دو۔ ٹھیک ہے آپی۔''

ان کے جانے کے بعد وہ بچوں کو لے کر انکسی میں لے گئی جہاں احمد نے قالین ڈلوادیئے تھے۔ اس نے بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا۔

رات کو شائزہ اور سبین مل کر بیٹھیں تو اپنی اپنی سارا دن کی روٹین کی باتیں سنانا شروع ہو گئیں۔

''ٹیوشن کے بچوں کے ساتھ وقت کیسا گزرا۔''

''بہت مزہ آیا، یہ تو بہت مزے کا کام ہے۔ جیسے ہی تمہارا تھوڑا کام ختم ہو، تم بھی پڑھانا۔ تمہیں بڑا مزہ آئے گا۔''

''ضرور آپی! بس یہ کام جلدی سے ختم ہو جائے۔''

کتاب اٹھا کر سبین نے پڑھنا شروع کر دی۔

''آپی! آپ تھکی نہیں ہو جو اب پڑھنا شروع کر دیا ہے۔''

''نہیں...... پڑھنے کا تو اپنا مزہ ہے۔''

''ٹھیک کہتی ہو۔''

"لیکن اب میں اس Thesis سے تھک گئی ہوں۔ خدا کرے اب جلدی جلدی ختم ہو جائے۔"

"آمین" جلدی سے سبین۔

اتنے میں الیان کمرے میں آ گیا۔ اس کو دیکھ کر سبین۔

"لو...... تمہاری ڈیوٹی شروع۔"

اس نے شائزہ کا ہاتھ پکڑا۔ "آپیlet's play, No body is here who plays with me"

"جلدی جاؤ شائزہ ورنہ تمہاری خیر نہیں۔"

"تم مجھے آج Spare نہیں کر سکتے۔"

منہ بنا کر الیان "No chance"

"lets go, Hurrry"

دونوں چلے گئے اور سبین نے کتاب پڑھنی شروع کر دی۔

☆......☆......☆

"آپی! کل سے میں بھی تمہیں کے ساتھ پڑھاؤں گی۔"

"تم پہلے اپنا Thesis تو ختم کر لو۔ پھر شوق سے پڑھا لینا۔ تمہارے سر پر کون سی تلوار لٹک رہی ہے۔"

"آپ فکر ہی نہ کریں میں Manage کر لوں گی۔ پھر جب رات کو تم پڑھو گی۔ تو میں بھی اپنا کام کر لیا کروں گی۔"

"اتنی محنت کی کیا ضرورت ہے۔ تم جانتی ہو، الیان بھی تمہاری ایک ڈیوٹی ہے۔"

"تم فکر نہ کرو آپی۔ میں سب کر لوں گی۔ ویسے بھی الیان بہت co-operative ہے۔ جب مصروف دیکھے گا پھر تنگ نہیں کرے گا۔"

"ویسے تو ہم باہر جاتے ہوئے سکاف لیتی ہیں۔ اب تمہیں students کے سامنے بھی لینا

پڑے گا۔ کیونکہ لڑکے بڑے بڑے ہیں۔ کوئی تین سال سے اور کوئی چار سال سے 9th اور 10th میں فیل ہو چکا ہے۔ تم سے بڑے لگتے ہیں۔ علی کی تو پھوپھو آئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اس کو اتنا پڑھا دو کہ پاس ہو جائے۔ سب کے سب بگڑے ہوئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"تم بالکل باربی ڈول لگتی ہو۔ تم پر کسی کا دل نہ آ جائے۔"

"ہا...... ہا...... ہنسی نہیں آئی...... مجھ کو۔"

"ہنسنا بھی مت......"

"میں ہی تو حور پری رہ گئی ہوں۔ اس ساری دنیا میں دنیا میرے ہی پیچھے ہے۔"

"تو ہو نہ حور پری۔ اس لیے سارے خاندان کے لڑکے تمہارے پیچھے ہیں۔"

"دیکھا جائے گا۔ ان کا کیا ہوتا ہے۔ لیکن میں سکاف لے لوں گی۔ خوش دادی اماں جی۔"

"بہت خوش بیٹا جی۔" مذاق کا جواب مذاق سے دیتے ہوئے۔

دونوں بہنوں نے پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ شائزہ یونیورسٹی بھی جاتی تھی۔ بچوں کو بھی پڑھاتی تھی رات کو جب سبین کتاب پڑھتی تھی تو وہ Thesis کا کام کرتی تھی۔ ان کی اس قدر مصروفیات کو دیکھتے ہوئے ہفتے بعد ہی صباء بیگم کا پارہ آسمان کو پہنچ گیا۔

وہ دونوں بچوں کو پڑھا کر کمرے میں گئی ہی تھیں کہ صباء بیگم پہنچ گئیں۔

"کون سی قیامت تم پر ٹوٹ پڑی ہے شائزہ جو تم اتنی محنت کر رہی ہو۔ کس چیز کی تم دونوں کو ضرورت ہے جو تمہارے باپ نے پوری نہیں کی۔"

"ماما! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو اپنی خوشی سے کر رہی ہوں۔ سبین نے بھی منع کیا تھا۔"

غصے سے صباء بیگم "stress لینے سے لڑکیوں کا حسن ختم ہو جاتا ہے۔ تم تو خود کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہو۔ میری دادی کہتی تھی لڑکیوں کو زیادہ پڑھنا نہیں چاہیے۔ حسن ختم ہو جاتا ہے۔ تم تو پڑھنے کے ساتھ اتنی سخت محنت کر رہی ہو جیسے غریب گھرانے کی لڑکی ہو۔ جس کو گھر چلانا ہے۔"

وہ بت بنی ماں کی باتیں سن رہی تھی لیکن اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔لیکن سبین آگے بڑھ کر۔

''ماما! وہ یہ سب advanture میں کر رہی ہے۔آپ فکر نہ کریں۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ویسے بھی اس کا Thesis ختم ہونے والا ہے۔''

آگے بڑھ کر شائزہ ماں کے گلے لگ کر پیار کرنے لگیے۔

''پلیز ماما! کرنے دیں نا۔تھوڑے عرصے کی بات ہے پھر ہم یہ سب چھوڑ دیں گی۔''

اس کو پیار کرتے ہوئے صباء بیگم''ٹھیک ہے لیکن دیکھنا یہ وقت زیادہ طویل نہ ہو۔''

''آپ فکر نہ کریں ماما!''سبین بھی ماں کے گلے لگ کر۔

دونوں کو پیار کرتے ہوئے''میرے لیے میری بیٹیوں کا حسن اور مستقبل عزیز ہے۔''

اس طرح چھ ماہ گزر گئے۔شائزہ کا Thesis بھی ختم ہو گیا تھا یونیورسٹی سے شائزہ بڑی خوشی سے آئی۔

''سبین......سبین آج میں آزاد ہوں۔Thesis ختم ہو گیا ہے۔اب میں enjoy کر کے پڑھاؤں گی۔''

اس کو گلے لگا کر سبین نے خوب پیار کیا''آج سے ہم دونوں بہنیں خوشی کے لیے پڑھائیں گی۔''

☆

دونوں بچوں کو پڑھا رہی تھیں۔تو ان کی ہمسائی کے ساتھ ایک عورت آئی۔سبین اٹھ کر چلی گئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس آ کر پڑھانے لگی۔

رات کو دونوں کمرے میں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

''شائزہ! آج آریز کی ماما آئی تھیں۔وہ کل سے پڑھنے آئے گا۔''

''آریز کون ہے۔حنا کا ہمسایہ ہے۔حنا کی ماں کے ساتھ آریز کی ماما آئی تھی۔اس کی ماما کہہ رہی تھی۔وہ پانچ سال سے میٹرک کر رہا ہے لیکن ہو نہیں رہا۔بہت لائق ہے مگر پڑھتا ہی نہیں۔جو ٹیوٹر رکھ کر دیتے ہیں۔بھگا دیتا ہے اور اگر اکیڈمی بھیجتے ہیں تو بھاگ جاتا ہے۔یعنی صحیح معنوں میں بگڑا ہوا ہے۔''

''تو تم نے پڑھانے کی حامی کیوں بھری۔''

''آریز کی ماما نے بہت درخواست کی ہے۔''

''اور ہاں موصوف کی ایک اور خاص بات ہے۔لڑکیوں کو دیوانا بنانا اس کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔''

''امیر باپ بگڑا ایسا ہی ہوتا ہے۔لیکن وہ جانتا نہیں۔ یہاں اس کی نہیں چلے گی۔''

''تم کو شائزہ احتیاط سے رہنا پڑے گا۔''

''تم فکر نہ کرو۔میں سب سنبھال لوں گی۔''

اگلے دن حنا اور آریز کی ماں اس کو ساتھ لے کر آئی۔

''یہ آریز ہے۔''اس کی ماں نے سبین سے کہا۔

اس نے سبین کو لاپرواہی سے دیکھا جیسے وہ اس کے لیے کوئی بچی ہو۔

''ٹیچر کو سلام کرو۔''

''السلام وعلیکم۔''

''وعلیکم السلام۔''

التجائیہ انداز میں آریز کی ماں۔

''بیٹا! میں بہت اُمید سے آئی ہوں۔آپ لوگوں کی بہت تعریف سنی تھی۔''

''آپ فکر نہ کریں۔ہم اپنی پوری کوشش کریں گی لیکن آپ Co-opreation بھی ضروری ہے۔''

''میں کروں گی ہمارا چھوٹا بیٹا ہے اور لاڈلا بھی۔''

وہ اس کو سبین کے حوالے کر کے چلی گئی تھیں۔

وہ آریز کو لے کر شائزہ کے پاس آئی۔ جہاں وہ طلباء کو پڑھا رہی تھی۔

''شائزہ! یہ آریز ہے۔''

''آؤ بھائی بیٹھو پڑھنا شروع کرو۔''

اس نے دوسرے لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیا۔

☆......☆......☆

رات میں سبین "کیسا لگا آریز شائزہ؟"

"شکل سے تو کافی تیز لگا ہے۔ لیکن ہمیں اس سے کیا مطلب، ہمیں تو صرف پڑھانا ہی ہے۔"

"مجھے بھی کافی تیز لگا ہے۔ کہیں تنگ نہ کرے۔"

"تنگ کرے گا تو نکال دیں گے۔ کوئی مسئلہ نہیں۔"

بھاگا بھاگا الیان آیا۔

Thanks God, you are free let's go to play

"اچھا! تم الیان کے ساتھ کھیلو۔ میں کتاب پڑھ لوں۔" سبین کتاب پڑھنے لگی اور الیان اور شائزہ لان میں کھیلنا شروع ہو گئے تھے۔

اگلے دن جب آریز کی ماں کلثوم بیگم اس کو چھوڑنے آئی تو کہنے لگی۔ آریز کل جا کر بتا رہا تھا۔ "مس بہت پڑھاتی ہیں حالانکہ کہیں سے بھی ٹیچر نہیں لگتی۔ خود تو چھوٹی سی بچی لگتی ہیں۔ جب مس سبین نے کہا، یہ مس شائزہ ہیں تو میں حیران ہی ہو گیا۔ مجھ سے بھی چھوٹی لگتی ہیں۔"

کوئی بات نہیں۔ آپ اس کو چھوڑ جائیں۔ شائزہ Handle کرلے گی۔

"ایسی بات نہیں۔ وہ بہت زیادہ Empress ہے۔ شائزہ سے پڑھے گا۔"

"اچھا! خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔

اُس نے بچوں کو میتھ کروایا، فزکس اور کیمسٹری تو آریز۔

"میں بہت تھک گیا ہوں۔ مجھے چھٹی دے دیں۔ میں نے تو کبھی زندگی میں اتنا نہیں پڑھا، جتنا آپ نے دو دن میں پڑھا دیا ہے۔ آپ لڑکی ہیں یا جن۔"

"میں جو کچھ بھی ہوں تم پڑھو، میری فکر چھوڑو۔"

''کیسے چھوڑوں، آپ تھکتی نہیں۔''

''میں نے کہا نا! میری فکر چھوڑو اور اپنا کام کرو۔''

''میں جا رہا ہوں کل ملاقات ہوگی۔''

''تم نہیں جا سکتے۔''

لیکن وہ چلا گیا۔

صبح صبح سیین ابھی لیٹی ہی ہوئی تھی تو شائزہ۔

''میں رات کو تمہیں بتانا بھول گئی تھی۔ آریز میرے منع کرنے کے باوجود چلا گیا تھا۔''

''اچھا ہوا۔ تم نے بتا دیا اب میں دیکھ لوں گی۔ دیکھو! ماما کو مت بتانا، کوئی مسئلہ نہ ہو جائے وہ تو پہلے ہی ہمارے پڑھانے کے خلاف ہیں۔''

''جی آپی۔''

دوسرے دن کلثوم بیگم آریز کو چھوڑنے آئی تو سیین۔

''آپ اس کو واپس لے جا سکتی ہیں۔''

''بیٹا ایسا تو مت کہو۔''

''میں کچھ نہیں کر سکتی، شائزہ نے پڑھانے سے انکار کر دیا ہے۔''

''پلیز! اس کو پڑھا دیں۔''

''آپ کہیں اور پڑھا سکتی ہیں، یہاں تو ممکن نہیں۔''

''ساری جگہوں سے مایوس ہو کر یہاں آئی ہوں۔''

''اگر شائزہ کی بات ہے تو یہ اس سے معافی مانگ لے گا۔ دراصل یہ جہاں جہاں پڑھا ہے، وہاں اُستاد کی عزت کرنی سکھائی ہی نہیں جاتی۔''

بڑے سخت لہجے میں سیین۔

''یہاں تو عزت بھی کرنی پڑے گی اور Pay بھی کرنا پڑے گا۔''

''کرے گا، کیوں نہیں کرے گا۔''

ہم پیسوں کے لیے نہیں پڑھاتیں، اپنے شوق سے پڑھا رہی ہیں۔ بابا اور ماما کو تو پسند ہی نہیں کہ ہم پڑھائیں۔''

''اتنا اچھا کام ہے کیا برائی ہے۔''

''چلو! آریز ٹیچر سے معافی مانگو۔''

''مجھ سے نہیں شائزہ سے، میں اس کو بلاتی ہوں۔ شائزہ......شائزہ......''

''جی آپی۔''

''یہ آریز کچھ کہنا چاہ رہا ہے۔''

اس سے پہلے کہ آریز کچھ بولتا کلثوم بیگم ''بیٹی یہ آئندہ تمہاری ہر بات مانے گا۔ یہ تم سے معافی بھی مانگتا ہے۔ اس کو معاف کر دو۔''

اس کے التجائیہ انداز نے شائزہ کو نرم کر دیا تھا۔

''sorry آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔''

اس لیے جیسے ہی آریز کو سوری کے الفاظ نکلے وہ فوراً سے۔ ''بہتر ہے آئندہ نہ ہی ہو، ورنہ دوبارہ چانس نہیں ملے گا۔''

نظریں نیچے کیے آریز ''ٹھیک ہے۔''

وہ آریز کو لے کر کمرے میں چلی گئی جہاں سب طلباء پڑھ رہے تھے۔ کلثوم بیگم سبین سے معافی تلافی کر کے گھر واپس چلی گئی۔

☆......☆......☆

شام میں سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ شائزہ اور الیان لیپ ٹاپ پر باربی دیکھ رہے تھے۔ سبین بھی اُن کا ساتھ دے رہی تھی۔ احمد صاحب،

''کیسی جا رہی ہے میری بیٹیوں کی ملازمت۔''

سنجیدگی سے بیٹھ "بابا! ملازمت؟"

"سوری......سوری میرا مطلب کیسا جا رہا ہے ٹیوشن سنٹر۔"

بڑے جوش سے "اے۔ون بڑے مزے مزے کے Experience کیے ہیں۔آپ سوچ نہیں سکتے۔"

"ہم بھی تو سنیں کیسے کیسے تجربات کیے ہیں میری بیٹیوں نے۔لگتا ہے انوکھی دنیا دیکھ لی ہے۔"

"جی بابا! یہاں سب کے سب بگڑے والدین کے بچے ہیں کوئی تین سال سے میٹرک کر رہا ہے اور کوئی چار سال سے۔"

"یعنی میری بیٹیاں تو جہاد کر رہی ہیں۔بگڑوں کو راہِ راست پر لا رہی ہیں۔پھر تو بڑی بات ہے۔ اگر چار پانچ کو بھی سدھار دیا۔"

پاس سے لقمہ دیتے ہوئے شائزہ "بابا! یہاں جتنے بھی آئے ہیں، سمجھو! سب سدھر گئے۔"

اندر کی تلخی کو ظاہر کرنے کا صباء بیگم کوئی موقع جانے نہیں دیتی تھی۔

"ہاں! تم لوگوں کو ہی معاشرے کو سنوارنا ہے۔باقی تو سب مر گئے ہیں۔"

"بیگم! تنقید تو نہ کرو۔اگر تعریف نہیں کرنی تو۔"

چڑ کر صباء بیگم نے منہ پھیر لیا اور غصے سے۔

"جب بس نہیں چلتا تو یہ ہی کروں گی۔"

"آپ کا ہی گھر ہے اور آپ ہی کا حکم چلتا ہے بیگم۔میں تو بس اپنی بیٹیوں کو کھل کر جینے دینا چاہتا ہوں۔"

"احمد صاحب! میں نے کون سی ان پر تلوار لٹکائی ہوئی ہے، جو آپ کہہ رہے ہیں۔"

تلوار ہی۔بس ہم دونوں کی سوچ کا فرق ہے۔"

اس تلخ ماحول کا رخ الیان نے بدل دیا اپنی معصومیت سے 'Baba you must appreciate me becuse I got first positio"

(آپ میری تعریف ضرور کریں گے کیونکہ میں نے پہلی پوزیشن لی ہے)

''well done my son''

جھٹ سے شائزہ ''اسی خوشی میں آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔''

بیٹے کو گلے لگا کر صباء بیگم اس کو پیار کرنا شروع ہو گئی۔ اس کا ماتھا چوما۔ احمد نے بھی الیان کو محبت سے گلے لگایا۔

''تو میں سمجھوں! ہم آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔''

سبین صباء بیگم کے پاس آ کر۔

اس کے سر پر پیار سے تھپتھپا کر ''چلو! سب تیار ہیں۔'' ساری فیملی نے پہلے باہر کھانا کھایا اور پھر آئس کریم کھا کر واپس آ گئے۔

☆......☆......☆

''آج بڑی مشکل سے آریز کو اکیڈمی میں سبین اور شائزہ نے رکھا ہے۔'' کلثوم بیگم کمال صاحب کو بتا رہی تھی۔

''لیکن کیوں؟ ہم کوئی مفت پڑھا رہے ہیں، جو آپ کو منت سماجت کرنی پڑی۔''

''ان کو پیسے کی ضرورت نہیں صرف شوق میں پڑھا رہی ہیں وہ بھی بڑی انا کے ساتھ۔ اگر کسی نے پڑھنا ہے تو عزت کرے ورنہ کہیں اور جا سکتا ہے۔''

''مطلب لالچ نہیں تو پڑھاتی بھی دل سے ہوں گی۔''

''جی کمال صاحب! ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے اور شہرت دور دور تک ہے۔ لیکن زیادہ بچے نہیں پڑھاتیں آریز نے بدتمیزی کی تھی تو انہوں نے پڑھانے سے انکار کر دیا بڑی مشکل سے دوبارہ راضی ہوئی ہیں۔''

''یہ کیا کیا تھا؟ برخوردار نے۔''

''یعنی بیگم! وہ تو استادوں کی استاد ہیں۔'' خوب ہنستے ہوئے۔ ''اب تمہارا بیٹا پڑھ جائے گا۔''

''جناب! خوب صورت بھی بہت ہیں۔ چھوٹی والی تو کوئی پری ہے۔''

''دیکھنا! تمہارا بیٹا ہی عاشق نہ بن جائے۔''

''اس کا تو پتہ نہیں لیکن وہ گھاس نہیں ڈالنے والی۔''

''اچھی لگی چلو کبھی ملاقات ہوگی تو دیکھ بھی لیں گے۔ اس کو سمجھا دینا تھا کہ کہیں پھر نہ نکالے جاؤ۔''

''موصوف! معافی مانگ کر آئے ہیں۔ اب انسان بن کر رہے گا۔''

''یہ تو انہوں نے اچھا کیا جو اوقات یاد کروا دی ہے۔ انسان ہوا تو کافی ہے۔ اس عمر میں اس سے بہتر سزا کوئی نہیں ہے۔''

اگلے دن کلثوم بیگم آریز کو چھوڑنے آئی تو سیٖن کو رات والی باتیں بتانا شروع ہو گئی تھی۔ اس کو بتا رہی تھی کہ کمال صاحب اور وہ ان سے کتنے متاثر ہو رہے ہیں۔

''اب تو آریز کے بابا بھی آپ لوگوں سے بہت متاثر ہیں۔ وہ کہتے ہیں اب یہ میٹرک کر لے گا اور انسان کا بچہ بھی بن جائے گا۔ انہوں نے آپ لوگوں کی بہت باتیں سنی ہیں۔ وہ کہتے ہیں لڑکیاں نہیں، شیرنیاں ہیں۔''

مروت و لحاظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے باتوں سے متاثر ہوئے بغیر سیٖن۔

''یہ تو ہمارا فرض ہے۔ آپ Pay کرتی ہیں اور بدلے میں ہم پڑھاتی ہیں۔''

''خدا حافظ، اب میں چلتی ہوں۔''

''خدا حافظ۔''

☆......☆......☆

طلباء کے امتحان میں صرف تین ماہ رہ گئے تھے۔ اس لیے شائزہ ان کو بہت پڑھا رہی تھی۔ وہ فارغ بھی تھی وہ بچوں کو صبح سے شام تک پڑھا رہی تھی۔ جو اِن بگڑے ہوئے بچوں کے لیے کافی مشکل کام تھا۔ لیکن چونکہ وہ بہت مشکل سے آئے تھے اس لیے وہ پڑھ بھی رہے تھے۔ آریز جس نے دو گھنٹے کبھی نہیں پڑھا تھا اب دس گھنٹے پڑھ رہا تھا۔ ان کو دوپہر میں ایک گھنٹہ بریک ہوتی تھی۔ جس میں وہ

اپنے اپنے گھر جا کر کھانا کھا کر آتے تھے۔ اسی دوران اس نے بیرون ملک پڑھنے کے لیے بھی کوشش جاری رکھی تھی۔

''ماما! آپ نے مجھے جیل میں بند کر رکھا ہے۔ سوچ رہا ہوں توڑ کر بھاگ جاؤں۔''

غصے سے کلثوم بیگم ''یہ غلطی بھی مت کرنا۔ پتہ ہے کہ پہلے کیسے اندر گئے ہو۔''

''مجھے کوئی شوق نہیں جانے کا لیکن پتہ نہیں کیوں نہیں توڑ رہا ہے۔''

پاس بیٹھے کمال صاحب ''برخوردار سزا کے ڈر سے۔ ورنہ توڑ چکے ہوتے۔ پہلے سزا ہی کافی ہے۔ اس عمر میں اس سے بڑی سزا کیا ہوگی۔ وہ بھی لڑکی کے ہاتھوں۔''

منہ بناتے ہوئے ''جی بابا'' لیکن پھر خود پر قابو پاتے ہوئے۔ ''لیکن میں توڑ سکتا ہوں۔''

''بیٹا جی! آپ ایسا نہیں کر سکتے۔''

سنی ان سنی کرتے ہوئے آہستہ سے خود سے ''کہتے تو آپ ٹھیک ہی ہیں پہلی بار جو ہوئی ہے دل پر لگی ہے۔ چلو کوئی بات نہیں تین ماہ گزر ہی جائیں گے۔ اس جلاد سے جان چھوٹ جائے گی۔ پھر تو کبھی ان کی گلی سے بھی نہیں گزروں گا۔''

رات کو سبین اور شائزہ کمرے میں بیٹھی اپنا اپنا کام کر رہی تھی تو صباء بیگم ''اپنی صحت پر بھی توجہ دو، کیسے مرجھا سی گئی ہو۔ تمہارے بابا بتا رہے تھے ان کی Agent سے بات ہوگئی ہے۔ تم بھی دو تین ماہ میں چلی جاؤ گی میں اور سبین رہ جائیں گی۔''

شائزہ کو قریب کر کے اس کو پیار کرنے لگی۔

''نہ جاؤ! اتنا پڑھ کر کیا کرنا ہے شادی کرو اور Life enjoy کرو۔ یہ لڑکیوں کے کام نہیں، لڑکیاں گھر میں ہی اچھی لگتی ہیں۔''

''ماما! میں صرف شوق سے پڑھنا چاہتی ہوں خالی شادی تو سب کر لیتی ہیں، میں پڑھ کر نسل سنواروں گی۔''

''پڑھ کر کونسی پڑھی لکھی روٹیاں پکاؤ گی روٹی تو پھر بھی ویسی ہی ہوگی۔''

پاس سے سبین" ماما! پڑھی لکھی روٹیاں نہ سہی باشعور نسل ضرور چھوڑ کر مرے گی۔"

"بس تم لوگوں کا دماغ تمہارے بابا نے خراب کر دیا ہے۔ ابھی بھی سارے خاندان میں سب سے زیادہ پڑھی لکھی ہو۔"

اٹھ کر جانے لگی تھی پھر رک گئی اور بولی" اتنا کوئی پڑھاتا ہے جتنا تم لوگ پڑھاتی ہو۔"

"ماما! ہم اپنا فرض پورا کرتی ہیں۔" جھٹ سے سبین۔

"دوسرے تو اتنا نہیں کرتے تم لوگ تو انوکھا فرض ضورا کرتی ہو۔"

رات میں آریز بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ کمال اور کلثوم بیگم جو پارٹی سے آ رہے تھے۔ اس کو دیکھ کر رک گئے، کمال" بیٹا جی! طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

تیوریاں چڑھا کر" وہ جلاد سزا بھی دیتی ہے۔"

"تو پھر میرا بیٹا سزا سے ڈرتا ہے۔"

"اس کی سزا بھی جلادوں والی ہوتی ہے۔ اس عمر میں بھی مرغا بنا دیتی ہے۔"

"مطلب ہمارے بیٹے کی سائیکی جانتی ہے۔"

"صرف آپ کے بیٹے کی ہی نہیں سب کی۔"

"مطلب نجومی ہے۔"

"پتہ نہیں۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں یہ وقت کب ختم ہوگا اور میں جیل سے چھوٹوں گا۔"

"بہت تنگ ہو۔"

"سچ میں بابا! آپ لوگوں نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

ہنس کر کمال" اب ہی تو اچھا ہوا ہے۔"

"تم پڑھو، میں تمہارے لیے چائے اپنے ہاتھوں سے بنا کر لاتی ہوں۔"

"ضرور......ضرور......" ماما

میتھ کرنے کے دوران آریز اپنے ساتھ والے سے" زہر لگتی ہیں یہ مس شائزہ۔"

''اچھی کس کو لگتی ہیں۔'' ساتھ والا ''پڑھانے کے سوا اس کو بھی کوئی کام نہیں۔''

''تو تم دونوں کیوں آتے ہو۔'' تیسرا ''اگر اتنی بری لگتی ہیں تو چھوڑ دو۔''

''چھوڑ نہیں سکتے والدین کی وجہ سے۔'' آریز ''ورنہ چھوڑ چکے ہوتے۔''

غصے سے تیسرا ''تو پھر بکواس بند کر کے پڑھو۔''

اس سے پہلے کہ بات بڑھ جاتی دوسرے والے نے دونوں کو چپ کروانے میں غنیمت سمجھی۔اور کام میں لگ گیا۔دل میں آریز ''آیا بڑا چمچہ'' دونوں ایک دوسرے کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔لیکن کچھ کہہ نہیں سکتے تھے کیونکہ اس سے بات مس شائزہ کے پاس جانے کا ڈر تھا۔

طلباء کو وہ ہر استاد برا لگتا ہے جو ان کو پڑھائے۔ ہر طلبہ یہ چاہتا ہے۔استاد آئے اور باتیں کر کے چلا جائے۔ان کو پڑھنے کے لیے تو بالکل نہ کہے۔جو سیدھی بات کرتا ہے وہ کہاں اچھا لگتا ہے۔اس لیے چند طلبہ کے سوا شائزہ کسی کو اچھی نہیں لگتی تھی۔

شام کی چائے پر احمد صاحب ''شائزہ بھی اب مہمان ہے۔شائزہ! تمہارا ویزے کا پروسیس تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔''

خوشی سے شائزہ ''شکریہ! بابا آپ نے ہمارے لیے سب کچھ کیا۔جس جس کی ہم نے خواہش کی۔آپ بہت اچھے ہیں۔''

''یعنی ہماری تو آپ نے سنی نہیں۔میں تو چاہتی تھی، آپ دونوں کی شادی کر دیتے۔''

''بیگم! ہم شادی کریں گے لیکن جب شائزہ واپس آئے گی۔''

حزن وملال کا اظہار کرتے ہوئے صباء بیگم۔

''یعنی آپ بیٹیوں کے ہیں۔''

''ہم تو صرف آپ کے ہیں انہوں نے تو اڑ جانا ہے۔آخر میں ہم دونوں نے ایک دوسرے کے لیے رہ جانا ہے۔یہی دستورِ زمانہ ہے اور یہ ہی چلتا رہنا ہے جو بدلا نہیں جا سکتا۔''

''بابا! میں بھی آگے پڑھنا چاہتی ہوں۔'' پاس بیٹھی سبین طنزیہ انداز میں صباء بیگم ''آپ بھی لے

لیں داخلہ۔ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے صرف اطلاع دی ہوتی۔"

"ماما! ایسی بھی بات نہیں۔ ہمارے لیے بابا کی رائے بہت اہم اور آپ کی بھی۔"

"میرے لیے نئی خبر ہے۔"

"بیگم! بحث چھوڑیں۔ ہم صرف بچوں کی خوشی میں خوش ہیں۔"

لاؤنج میں بیٹھے کلثوم بیگم اور کمال صاحب باتیں کر رہے تھے تو کنول کچن کی طرف جا رہی تھی۔ کلثوم بیگم اس کو دیکھ کر۔

"رات کے اس وقت کچن میں خیریت تو ہے۔"

"وہ آریز پڑھ رہا ہے میں اس کے کمرے کے پاس سے گزر رہی تھی مجھے دیکھ کر اس نے چائے کی فرمائش کر دی۔"

حیرت سے کمال "موصوف اس وقت تک پڑھ رہے ہیں چلو بیگم اس کا حال ہی پوچھ لیتے ہیں۔ جاؤ بیٹا آپ چائے لاؤ۔"

دونوں اس کے کمرے میں چلے گئے۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ساتھ ہنس کر کمال۔

"بیٹا جی! پاگل واگل تو نہیں ہو گئے۔"

"اگر آپ کو مس شائزہ ملی ہوتی تو آپ سے پوچھتا۔"

"ہم تو دور سے ہی ڈر گئے ہیں۔"

"میرا ابھی آخری ماہ ہے۔ پھر کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں کروں گا۔"

"یہ وہ لوگ ہیں جو تم جیسوں کو سنوار دیتے ہیں۔"

"نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی کام کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی کرواتے ہیں۔ کبھی بابا اس کی گلی سے بھی گزر گیا تو نام بدل دینا۔"

"بیٹا جی! نام ابھی بتا دو پھر پتہ نہیں وقت ملے یا نہیں۔"

"اڑائیں مذاق۔ آپ کا وقت ہے۔"

بیٹے کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے "کمال صاحب! میرے بیٹے کا مذاق نہ اڑائیں۔"

"نہیں۔ہم مذاق نہیں اڑا رہے۔ہم تو خوش ہو رہے ہیں۔اچھی تبدیلی آئی ہے۔اب ہمارا بیٹا سونے پے سہاگا ہو جائے گا۔"

"یہ لو گرما گرم چائے اور دل لگا کر پڑھو۔" کنول نے چائے آریز کے سامنے رکھی۔پھر کمال اور کلثوم بیگم کو بھی دی۔

"ویسے اتنا پڑھنا بھی آریز تمہاری صحت کے لیے اچھا نہیں۔"

"بھابھی! وہ جو مرغا بنا دیتی ہے۔وہ صحت کے لیے اچھا ہے۔"

"ہو......ہو......اتنی ظالم؟"

"اب کہیں۔"

"نہیں......نہیں......اتنا پڑھنا بنتا ہے۔تم پڑھو میں تو سونے جا رہی ہوں۔"

"ہم بھی چلتے ہیں۔" کمال صاحب "ہمارے امتحان تھوڑی ہی ہیں۔"

☆......☆......☆

یوں دن گزر رہے تھے وقت پر لگا کر گزر گیا۔نویں دسویں جماعت کے امتحانات ہو گئے تھے۔ اب صرف چھوٹے بچے رہ گئے تھے۔شائزہ اب ان کو مزے لے کر پڑھاتی تھی۔اس کو اب سکاف لینے کی ضرورت نہیں تھی۔وہ نہ صرف بچوں کو پڑھا رہی تھی بلکہ ادھم مچا رہی تھی۔مزے مزے میں بچے بھی پڑھ رہے تھے۔امتحان ختم ہوئے تو نہ چاہتے ہوئے بھی آریز کا دل شائزہ کا شکر گزار تھا کہ اس نے اس پر سختی کی اور اس نے پڑھ لیا۔اگر مثبت محرک ضروری ہے تو منفی بھی ضروری ہوتا ہے۔

بہت سے کام انسان صرف سزا کے ڈر سے نہیں کرتا۔اس لیے جن ممالک میں قانون سخت ہیں وہاں جرم کم ہیں ظلم بھی نہیں ہوتا۔ورنہ انسان سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے وہی ایک دوسرے کو نوچ کھائے۔انسان اندر سے محسوس کرتا ہے کہ جزا اور سزا ضروری ہے امن وسلامتی اور خوشحالی کرتا ہے کہ

جزا اور سزا ضروری ہے امن وسلامتی اور خوشحال معاشرے کے لیے۔ اس میں قوموں کی بقا اور معاشرتی ترقی ہے۔

وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی دوپٹہ اس کے گلے میں تھا بال کھلے تھے۔ بچوں کے ساتھ بچی بنی ہوئی تھی آریز وہاں آیا وہ شائزہ کو دیکھتا ہی رہ گیا تھا جیسے کوئی باربی ڈول کھیل رہی ہو۔ اس کے بال منہ پر آئے تو اس نے ہاتھ سے پیچھے کر دیئے۔ ایک بچی نے آ کر اس کو زور سے پکڑ لیا۔ زور زور سے بولی "مس پکڑی گئیں۔"

وہ دور کھڑا ٹکٹکی بندھے اس کو مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ جیسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ لیکن وہ ٹھیک ہی تھا پہلی مرتبہ دل کی آنکھ سے دیکھا تھا ورنہ تو دشمن کی نظر سے دیکھتا تھا۔ دشمن کو آپ کی خوبصورتی نہیں بلکہ بدصورتی دکھائی دیتی ہے۔ ایک تو وہ خوبصورت انتہا کی تھی دوسری طرف وہ دل سے اس کا ممنون ہو کر آیا تھا پھر تو ہر خوبی نے دکھنا تھا۔ وہ ایک کمرے سے بھاگ کر دوسرے کمرے میں جا رہی تھی۔ کبھی دوسرے سے پہلے میں آ رہی تھی۔ اس کے بال بھی اس کے ساتھ ساتھ لہرا رہے تھے۔ اچانک ایک بچہ بولا۔

"مس آریز بھائی آئے ہیں۔"

اس نے جلدی سے دوپٹہ سر پر لیا خود کو اچھی طرح ڈھانپا۔

"آؤ آریز کیسے ہوئے جناب کے پیپر۔"

"بہت اچھے بلکہ میری aspectation سے زیادہ اچھے۔ کبھی کبھی آپ جو سوچتے نہیں وہ ہو جاتا ہے۔"

"آگے کا کیا ارادہ ہے۔"

"پڑھنے کا۔"

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ تم تو پڑھنے کے بہت خلاف تھے۔"

اس کا بھی ارادہ ابھی ابھی بنا تھا ورنہ وہ خواب میں بھی ایسا نہیں سوچتا تھا۔ شائزہ کو غور سے دیکھتے ہوئے۔

''ابھی ابھی بدل گیا ہوں یا شاید پچھلے تین ماہ سے آپ نے بدل دیا ہے۔''

مذاق میں بات کو ٹال کر شائزہ۔

''چلو! میں نے کسی کو تو بدل دیا۔ بڑا کام کیا ہے۔''

''کام تو آپ نے بڑا کیا ہے۔''

''وہ تو میں کرتی ہوں۔''

''آپ آج کل بچوں کو پڑھانے کے علاوہ کیا کر رہی ہیں۔''

''ایک ماہ تک Abroad پڑھنے جا رہی ہوں۔''

''کب تک واپس آئے گی۔''

''چار سال کے لیے جا رہی ہوں۔''

''چلو جب آپ واپس آئیں گی تو ملاقات ہو گی۔''

''تب تک تم بھول جاؤ گے۔''

''پریوں کو کون بھولتا ہے۔'' مذاق سے شائزہ سے آریز۔

یہ بات شائزہ کو چبھی لیکن اس نے اس کو مذاق میں اڑا دیا۔

''تم جیسے انسان۔''

''وقت بتائے گا میں آپ کا انتظار کروں گا۔'' نہ جانے کیوں وہ سوچے سمجھے بولی جا رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں تم بھول جانا۔''

''او۔ کے میں چلتا ہوں۔ پھر ملیں گے۔''

لاپرواہی سے شائزہ ''خدا حافظ۔''

رات کو شائزہ اور سبین باتیں کر رہی تھیں تو شائزہ۔

''آریز آیا تھا۔''

''مجھے پتہ ہے۔ تو کیا ہوا؟''

''عجیب عجیب باتیں کر رہا تھا۔لگتا ہے اس کے سر پر چوٹ لگ گئی ہے۔ ورنہ وہ اور ایسا۔''

''اچھا ہے نا...... سمجھدار ہو گیا ہے۔''

''میں نے بھی داخلہ لے لیا ہے کیونکہ تم چلی جاؤ گی تو میں کیا کروں گی۔''

''تم الیان کے ساتھ کھیلنا۔''

''مجھے کھیلنا نہیں آتا ہے۔''

''بچوں کو پڑھانا چھوڑ دو گی۔''

''نہیں...... نہیں ویک اینڈ پر کلاسز ہیں۔''

پیار کرتے ہوئے سبین کو شائزہ۔

''تم تو بہت مصروف ہو جاؤ گی۔''

''اچھی بات نہیں، وقت بھی تو گزارنا ہے۔''

آریز بستر پر لیٹا ہوا تھا مگر آنکھوں میں نیند کہاں تھی۔اس کی آنکھوں کے سامنے شائزہ کی دوپہر والی تصویر تھی۔سوچتے ہوئے۔

''مجھے پہلے کبھی کیوں نہیں نظر آئی وہ اتنی خوبصورت ہے؟ کیا وہ آج خوبصورت بنی ہے؟ یا پھر حسن کو دیکھنے والی آنکھ آج سے پہلے میں نے بند کر رکھی تھی۔ پھر خود کو جھٹ کر وہ تمہاری استاد ہے۔خود سے ہی، دوبارہ تین ماہ پڑھایا ہے ویسے بھی اگر میں صحیح طریقے سے پڑھتا تو اب یونیورسٹی میری بھی ختم ہونے والی ہوتی۔خود سے جنگ کرتے کرتے اور ساری رات شائزہ کے بارے میں سوچ سوچ کر آریز نے رات گزار دی تھی۔اس رات میں بہت کچھ بدل گیا تھا۔

☆......☆......☆

صبح کھانے کی میز پر سب کھانا کھا رہے تھے۔آریز ناشتے کے لیے پہنچا اور کرسی پر بیٹھا ہی تھا تو کمال صاحب۔

''بیگم! لگتا ہے۔آپ کا بیٹا ساری رات سویا نہیں۔آنکھیں سوجھی ہوئی ہیں۔لگتا ہے پہرہ دیتا

رہا ہے۔"

"مجھے بھی لگ رہا ہے۔"

"کیا ہوا آریز؟ کیوں نہیں سوئے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"بابا! سوچتا رہا ہوں اور پڑھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"بیگم! بیٹے کی نبض چیک کرو۔ ٹھیک تو ہیں نا صاجزادے۔"

"کمال صاحب! اگر بچہ سیدھے راستے پر آیا ہے تو آپ مذاق اڑا رہے ہیں۔"

اس کو مذاق سن کر حیدر سے رہا نہیں گیا تو

"بابا! اگر آریز ٹھیک ہو رہا ہے تو آپ کو ویل کم کرنا چاہیے۔ نا کہ مذاق۔"

"بیٹا جی! اس کے ٹھیک ہونے سے ڈر لگتا ہے۔ یہ کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے۔"

"بیگم! بہو کو بھی پتہ ہے۔ اس کا دیور کتنا ہونہار ہے۔"

"چھوڑ دیں میرے بچے کا پیچھا۔"

"جناب ذرا اِن کو بھی سنایئے کس طوفان کے آنے کی خبر ہے یا آچکا ہے۔"

"نہیں......نہیں بابا! ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اب پڑھوں گا۔"

"دل نہیں مانتا۔ لیکن اگر تم کہتے ہو تو مان لیتے ہیں۔"

"لیکن بیگم بیٹے کا صدقہ دے دینا تا کہ بلا ٹل جائے۔"

آہستہ سے کنول آریز سے "کیا کوئی ہے۔"

وہ بھی آہستہ سے "نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

کھانے کی میز پر صباء بیگم احمد پر آخری کیل ٹھوکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ تا کہ کچھ بچ سکے۔

"آپ نے شائزہ کو بھیجنے کا سارا انتظام کر لیا ہے لیکن میرا بھائی مجھ سے شادی کا کہہ رہا تھا۔"

"بیگم! میں نے ابھی تک رشتے کے لیے ہاں نہیں کی اور تم شادی کی بات کر رہی ہو۔ تمہیں تو پتہ ہے میں وقت پر بات کرتا ہوں۔"

''لیکن میں نے بچپن میں کر دی تھی۔ آخر اظہر میں کیا برائی ہے۔''

''میں نے برائی یا اچھائی کی بات نہیں کی۔''

''اور آپ کیا بات کر رہے ہیں۔ شائزہ پڑھنے جا رہی ہے آپ نکاح ہی کر دیں۔ جب واپس آئے گی تو رخصتی کر دیں گے۔''

''میرا کوئی توپ میں سر نہیں پھنسا جو نکاح کر دوں۔ جب وہ پڑھ کر آئے گی تو دیکھا جائے گا۔''

''آپ نے میری کبھی نہیں مانی۔ ہمیشہ بیٹیوں کا ساتھ دیا ہے۔''

''وہ میری بیٹیاں ہیں میرے جگر کا ٹکڑا ہیں، میں ان کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''تو میری خوشی کا کسی کو خیال ہی نہیں۔''

''بیگم! آپ کو بھی خوش کرنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ مگر آپ خوش ہوتی ہی نہیں۔ صرف خونِ جگر چاہتی ہیں جو میں نہیں دے سکتا۔''

''مطلب آپ نہیں کریں گے۔''

بیگم کا کوئی جواب نہ ہونے کی وجہ سے احمد خاموش ہو گیا تھا۔ کیونکہ خاموشی میں ہی فلاح ہے۔

ویزہ لگ کر آیا تو الیان نے ڈاکیے سے وصول کیا اور لا کر شائزہ کو دیا۔ لفافے کو کھولتے ہی شائزہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بھاگی بھاگی باپ کے پاس گئی۔

''بابا! میرا ویزہ لگ گیا۔''

اس کے سر پر شفقت سے احمد نے ہاتھ پھیرا اور پیار کیا۔ سبین نے اس کو پیار سے گلے لگایا۔ صباء بیگم نے بھی پیار کیا اور گلے لگایا۔ یوں پورے گھر میں شائزہ کے جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کوئی خوشی سے شامل تھا اور کوئی بادل ناخواستہ لیکن سب شامل تھے۔ آخر کار جانے کا بھی وقت آیا تھا۔

سب گھر والے اس کو ایئر پورٹ چھوڑنے گئے تھے سب نے روتے روتے اس کو رخصت کیا۔ وہ بھی رو رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا وہ پڑھنے نہیں رخصت ہو کر جا رہی ہے۔ روتے ہوئے صباء بیگم۔

''اپنے کھانے پینے کا خیال رکھنا۔ یہاں کی طرح مت کرنا کوئی وہاں پر تمہارا خیال رکھنے والا

نہیں ہوگا۔"

"جی ماما! آپ فکر مت کریں۔"

اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے احمد۔

"گھبرانا مت۔ سمجھو ہم تمہارے ساتھ وہاں بھی ہیں ویسے بھی میری بیٹی بہت بہادر ہے۔"

الیان تو بس گلے لگ کر رو رہا تھا اور سبین اس کا ہاتھ پکڑ کر پیار کر رہی تھی۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ فیملی میں رہنے والوں کے دکھ سکھ اکٹھے ہوتے ہیں۔ ان کو ایک دوسرے سے شکوے شکایات ہونی ضروری ہیں لیکن ایک دوسرے کی فکر بھی بہت ہوتی ہے۔ اسی کا نام خاندان ہے جو ہمارے مشرقی معاشرے کی پہچان ہے اور حسن ہے۔ لیکن ہمیں اس کی قدر نہیں۔

☆......☆......☆

دل بڑا کر کے احمد نے بیٹی کو پڑھنے بھیج دیا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس کو ساری فیملی ایئرپورٹ پر خدا حافظ کرنے گئی، وہاں پر بھی سب نے رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔ شائزہ کا بھی برا حال تھا۔ خواب چاہے جتنی بھی آسانی سے پورے ہوں تکلیف ضرور دیتے ہیں جیسے شائزہ کو جاتے ہوئے تکلیف ہو رہی تھی۔ وہ تو اس کو خدا حافظ کر کے گھر آ گئے تھے۔ لیکن شائزہ پورے سفر میں روتی جا رہی تھی کہ ساتھ والے انکل بھی پریشان ہو گئے کہ اس بچی کو کیا ہوا ہے۔ مجبور ہو کر انہوں نے شائزہ سے پوچھ ہی لیا تھا "کہ وہ اس قدر کیوں رو رہی ہے۔"

لیکن جب شائزہ کا جواب سنا تو حیران ہو گئے تھے۔ پر وہ سمجھتے تھے کہ ان کے ملک میں بچے ایسے ہی والدین کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں۔

انہوں نے شائزہ کو تسلی دی اور کامیابی کی دعا دی۔ ہوسٹل پہنچ کر شائزہ نے سب سے پہلے اپنے والدین کو فون کیا۔ ساری فیملی فون کے گرد جمع تھی۔ ہر کوئی اس سے بات کرنے کو بے تاب تھا سب نے باری باری اس سے بات کی۔ اور اپنے مطابق نصیحت کی احمد نے پڑھانے کی اور صباء بیگم نے کھانے پینے کا خیال رکھنے کی۔ صباء بیگم بھول ہی گئی تھی کہ وہ اپنی بیٹی سے ناراض ہے۔

صحیح کہتے ہیں اپنوں کی قدر دور جا کر ہوتی ہے پھر پتہ چلتا ہے کون کس سے کتنا پیار کرتا ہے۔ محبت کا احساس بھی فاصلے ہی دلاتے ہیں۔ جو دور جاتے ہیں دل ان کو ملنے کے لیے بہت چاہتا ہے کیونکہ نہ جانے یہ احساس انسان کے اندر چھپا ہوتا کہ پتہ نہیں اب ملے یا نہیں۔ بعض اوقات ملنے کی امید میں زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن جانے والے لوٹ کر نہیں آتے۔ خوش قسمت لوگوں کے جانے والے لوٹ کر آتے ہیں۔

اس کے جانے کی خبر آریز کو بھی مل گئی تھی۔ وہ اس کے لوٹنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس لیے اس نے بھی آگے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ ویسے بھی وہ کوئی عام لڑکا نہیں تھا بہت لائق تھا۔ بس سب کچھ ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھتا تھا اب اس کو زندگی کا مقصد مل گیا تھا۔ ویسے بھی انتظار بہت مشکل ہوتا ہے اس میں جتنا بندہ مصروف ہو، اتنا ہی بہتر ہوتا ہے اس نے وقت کا بہترین مصرف سوچا اور پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف سبین نے بھی آگے ایڈمیشن لے لیا تھا۔ ویک اینڈ پر کلاسز لیتی تھی سارا ہفتہ بچوں کو بھی پڑھائی تھی وہ بھی صرف سات آٹھ۔

سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ سب کی زندگی مشین کی طرح چل رہی تھی۔ شائزہ کو اپنے سارے کام خود کرنے پڑتے تھے۔ وہ پڑھ بھی رہی تھی کام بھی کرتی تھی اب اس کو پتہ چلا تھا کہ زندگی کیا ہے۔

یوں سب کے مصروف ہونے سے چار سالوں کے گزرنے کا کسی کو بھی پتہ نہیں چلا۔ سبین کی بھی تعلیم مکمل ہو گئی تھی۔ شائزہ تعلیم مکمل کر کے واپس آ رہی تھی آریز نے B.Com کر لیا تھا۔ یوں زندگی کا نیا موڑ شروع ہو گیا تھا۔ جس میں سب کی آزمائش تھی۔ یہ سچ ہے کہ انسان آزمائش کے بعد ہی نوازا جاتا ہے۔ ناکام ہونے والوں کے لیے زندگی مزید مشکل ہو جاتی ہے۔ دراصل ہم اپنی زندگی کو خود مشکل بناتے ہیں۔

گھر میں خوب تیاریاں ہو رہی تھیں کیونکہ شائزہ پی۔ ایچ۔ ڈی کر کے وطن واپس لوٹ آئی تھی یہ دراصل احمد صاحب کی جیت ڈٹ تھی۔ کیونکہ اس نے بیٹیوں کو پڑھانے کے لیے پورے خاندان کے

سامنے ہر قسم کی آزمائش کو سہا تھا۔ سب نے بڑی باتیں کی تھیں کہ لڑکیوں کو پڑھانے کا مطلب اپنی عزت کو مٹی میں ملا دینا۔ کیونکہ زیادہ پڑھی لکھی لڑکیاں ماں باپ کو کچھ نہیں سمجھتیں، نہ ہی اپنی عزت کا ان کو خیال ہوتا ہے۔ بے غیرتی کو وہ ماڈرن پن کا نام دیتی ہیں کچھ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ ایک لڑکی کو زیادہ بڑھانے کا مطلب تلوار کو تیز کرنے کے مترادف ہے۔

اگر ہم اپنے معاشرے میں دیکھیں تو کچھ ایسا ہی ہے لڑکیاں آدھے آدھے کپڑے پہن کر لڑکوں سے دوستیاں کر کے یہ کہتی ہیں کہ یہ تو ماڈرن پن ہے، یہ کوئی برائی تو نہیں۔ اگر کوئی صحیح بات کرے تو یہ کہہ کر چپ کروا دیا جاتا ہے پرانے خیالات کے مالک ہیں، جاہل گوار ہیں اس کو کیا پتہ سوسائٹی میں کیسے چلنا ہے۔ آپ پڑھو ضرور، اخلاق و کردار کو مت بھولو یہ یاد رکھو واپس بھی جانا ہے ماڈرن پن پر ہی رہ جانا ہے۔

لیکن احمد صاحب کی بیٹیوں نے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اخلاق و کردار کا پاس رکھا۔ اس لیے وہ خوش تھا کہ اس کا فیصلہ درست رہا۔ اس کی بیٹیوں نے اس کا مان رکھا۔

کھانے کی میز پر صباء بیگم "آج آپ بہت خوش ہیں۔"

"کیوں نہ ہوں، آج میرے لیے بڑے اعزاز کا دن ہے میری بیٹی نے صرف اٹھائیس سال میں پی ایچ ڈی کر لی ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا خوشی ہوگی۔"

لوگ پی ایچ ڈی کرنے کے لیے آدھی آدھی زندگی لگا دیتے ہیں۔ شائزہ تو ابھی ینگ ہے۔ اب میں اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا بلکہ دونوں کی۔ سبین کا تو نکاح ہوا ہے اس کی رخصتی اور شائزہ کی شادی۔

"تو میں بھائی سے کہتی ہوں آ کر دن فکس کر لیں۔"

"نہیں بیگم! جتنے بھی رشتے ہیں۔ سب کا ٹیسٹ لوں گا، تمہاری بہن بھی تو مانگتی ہے پھر آصف صاحب نے بھی دونوں بیٹوں کا رشتہ دیا ہے کہ جس کو چاہے شائزہ کے لیے منتخب کر لیں۔ ان چاروں لڑکوں کا ٹیسٹ ہوگا جو پاس ہو گیا، اس کو شائزہ مل جائے گی۔"

"احمد صاحب! ٹیسٹ کی کیا ضرورت ہے مجھے بھانجے سے زیادہ بھتیجا شائزہ کے لیے پسند ہے۔"

"نہیں بیگم آصف صاحب کے دونوں بیٹے انجینئر ہیں پھر بھی میں چاروں کو موقع دوں گا، قسمت

آزمائیں۔“

”مگر میرا بھتیجا دوبئی میں بزنس کرتا ہے۔“

”اس نے صرف Bs کیا ہے چلو دیکھتے ہیں، پہلے میں اپنی بیٹی کے آرنز میں پارٹی دوں گا۔“

”اتنے خوش مت ہوں، پتہ نہیں شائزہ کی قسمت میں چاہے صرف BS ہی لکھا ہو۔“

”پھر وہ نصیب ہیں اس پر میں کچھ نہیں کرسکتا۔خوشی خوشی قبول کرلوں گا۔کیونکہ نصیب میں نہیں لکھ سکتا۔“

انسان کی فطرت ہے وہ صرف نصیبوں سے ہی لڑتا ہے باقی سب قبول کرلیتا ہے یہی انسان ہے۔

☆......☆......☆

”بھابی...... بھابی کہاں ہیں۔“ آریز اِدھر اُدھر کمرے میں کنول کو ڈھونڈ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر خوشی کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔اس کو غور غور سے دیکھ کر کنول۔

”کیا بات ہے کیوں اتنے خوش ہو۔“

”وہ......وہ......وہ آگئی ہے......“

”تم کو کیسے پتہ۔سارا دن انکل کے ساتھ آفس میں ہوتے ہو، کیا کوئی Spay اس کے پیچھے لگا رکھا ہے۔“

”نہیں بھابی! آپکو پتہ ہے نا اس کی سوسائٹی کے کچھ لڑکے بھی اس سے پڑھتے تھے انہوں نے بتایا ہے۔“

”میرے بھائی کیا بات ہے اب تو نام بھی لے لیتے ہو۔“

ہنس کر ”ایسی کوئی بات نہیں بھابی۔ یہ سوچ کر کہ شائزہ پاکستان آگئی ہے۔اب میں اس کو دیکھوں گا۔میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا ہے۔“

”تم تو میٹرک کے لڑکوں کی طرح Behave کر رہے ہو۔اپنے آپ کو شیشے میں جا کر دیکھو زرد ہو رہے ہو۔“

''بھابی! وہ...... میرے...... ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ نہ جانے کیوں، خود پر ذرا کنٹرول نہیں کر پا رہا۔''

ہاتھ لگا کر کنول ''تم تو سچ میں ٹھنڈے پڑ رہے ہو، خود کو سنبھالو۔ ابھی عشق کے بہت سے امتحانات ہیں۔''

''بھابی! آپ حنا کے گھر جا کر Information لے کر آئیں وہ تو اس کے ساتھ Contact میں ہے۔''

''وہ تو میں جاؤں گی لیکن کیا تم اس سے ملنے نہیں جاؤ گے۔''

''نہیں...... بالکل نہیں......''

''لیکن کیوں......''

''اس کے سامنے میں خود پر کنٹرول نہعیں کر پاؤں گا پھر دوسرے لڑکوں کو بھی شک ہوگا۔''

''ٹھیک ہے میں آج ہی جاؤں گی تم جا کر آرام کرو اور خود کو سنبھالو۔''

وہ کمرے میں چلا گیا تھا اور بیڈ پر لیٹ کر شائزہ کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ اس کی یاد آج بھی ویسی کی ویسی تھی سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے ویسا ہی تھا۔ سارے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ویسے ہی آ رہے تھے جیسے شائزہ ان کو پڑھا رہی ہو۔ آخری دن کا منظر سوچ کر تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی اور وہ مسکرانے لگا تھا۔

وہ سب لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو سبین شائزہ سے۔

''اب تو تم بہت خوش ہو، تمہارے سارے خواب پورے ہو گئے ہیں۔ خواب پورے ہونے پر کیسا لگتا ہے؟''

''بہت خوش ہوں، یوں لگ رہا ہے ہوا میں اُڑ رہی ہوں۔ اور یہ سب بھی خواب ہے جیسے ہی آنکھ کھلے گی، سب ختم ہو جائے گا۔ خدا کرے آنکھ ہی نہ کھلے۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہو۔ جان لو یہ حقیقت ہے خواب نہیں۔''

پاس بیٹھے الیان کو ساتھ لگا کر شائزہ۔

''ماشاءاللہ بڑا ہو گیا ہے۔''

جھٹ سے صباء بیگم''بارہ سال کا ہو گیا ہے میرا بیٹا۔''

''جی جناب! آپ کا ہی بیٹا ہے۔''

طنزیہ انداز میں صباء بیگم''آپ کی بیٹیاں ہیں نالاڈلی۔''

"Api, Sabian Api is so boring, she doesn't Know how to play well, doesn't know how to play well, No we play intersting games"

(آپی، سبین آپی بہت بورنگ ہیں ان کو اچھا کھیل کھیلنا نہیں آتا ہم دلچسپ کھیل کھیلیں گے)

خوشی سے شائزہ''Sure, my sweet heart''

جھوٹ موٹ کی جلن کا اظہار کرتے ہوئے سبین۔

"so bad, you forgot all my efforts that I used to make you happy, Many times I used to take you to the pa

(بہت برا، تم میری ساری کوششیں بھول گئے جو میں نے تم کو خوش کرنے کے لیے کی تھیں، بہت مرتبہ تم کو میں پارک لے کر گئی تھی۔)

"sorry sorry Api, she is efforts"

''بچو بحث چھوڑ واور ہم ذرا آج کے موضوع پر بات کر لیں۔''سب باپ کی بات غور سے سننے لگے۔

''آئندہ سنڈے کو پارٹی ہے۔کیا خیال ہے بیگم صحیح دن کا انتخاب کیا ہے؟''

''جیسے آپ کو بہتر لگے۔اگر آپ نے فیصلہ کر لیا ہے تو ٹھیک ہی ہوگا۔لیکن یہ بات سن لیں میری ساری فیملی کو بلانا ہے۔''

''ظاہر ہے بیگم! ان کے بغیر خوشی ادھوری ہے، پہلے کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان کو نہ بلایا گیا ہو۔''

بچوں کی طرف دیکھتے ہوئے ''اگر آپ لوگ کسی کو بلانا چاہتے ہیں تو بلا سکتے ہیں۔''

دونوں ''بابا! ہم نے ایک دوسری کو بلانا تھا وہ ہم بلا چکی ہیں۔''

ہنس کر احمد ''اور الیان تم۔''

''Yes, Baba me too''

لان میں کنول اور آریز بیٹھے ہوئے تھے تو کنول۔

''میں حنا کے گھر گئی تھی۔ اس نے بتایا ہے کہ شائزہ کے آرنز میں پارٹی دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد اس کے چار رشتے ہیں، ان کا ٹیسٹ ہوگا جو پاس کرے گا اس کو شائزہ مل جائے گی۔''

''اس کا مطلب ہے بھابی مجھے کل ہی بابا سے اور ماما سے بات کرنی ہوگی۔ ورنہ شائزہ گئی میرے ہاتھ سے۔ اور میں زندگی سے۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہو۔''

''ٹھیک کہہ رہا ہوں، اب اس کے بغیر No more life بلکہ آج ہی بابا سے بات کرتا ہوں۔ وہ ابھی سوئے نہیں ہوں گے۔ فائلز دیکھ رہے ہوں گے۔''

وہ اٹھ کر جا رہا تھا تو کنول ''رکو پارٹی کا انتظار کر لو۔ ان کو خوشی enjoy کرنے دو۔ پتہ نہیں رشتے کے بعد ان کا ردعمل کیا ہو۔ چاہے ان کو اچھا نہ لگے۔''

''Definately ان کو اچھا نہیں لگے گا۔ لیکن میں پھر بھی کوشش کروں گا۔ آخری اُمید سمجھ کر کیونکہ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہیں سکتا۔ میرا اتنا نہ صرف حوصلہ ہے اور نہ ہی ظرف کے میں اس کو جانے دوں۔''

''یاد رکھنا میرے بھائی چیزیں لگن سے ملتی ہیں، اگر تمہاری لگن ہوگی تو ضرور ملے گی۔ ورنہ سمجھ لینا تمہاری لگن میں کھوٹ تھا۔''

''چیزیں لگن سے ملتی ہیں تو۔ وہ پھر میری ہے۔''

وہ وہاں سے تو کمرے میں چلا گیا تھا لیکن بات اس کے دل کو لگی تھی۔ خود سے ''چلو پھر اس میں

میرا بھی امتحان ہو جائے گا۔ دیکھتا ہوں کہ کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے۔''

شائزہ کے آرنر میں دی گئی پارٹی میں سارا خاندان اور عزیز مدعو تھے۔ احمد صاحب کے لیے یہ بہت بڑی خوشی کا دن تھا۔ وہ خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ سب باری باری اس کو مبارک باد دے رہے تھے وہ بھی بڑی مروت سے جواب دے رہا تھا۔ ضروری نہیں آپ کی خوشی میں شریک سب لوگ ہی خوش ہوں، کچھ تو ضرور خاندانی رسم پوری کرنے کے لیے آتے ہیں اور تنقید کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اندر سے وہ آپ سے حسد کر رہے ہوتے ہیں۔

دو عورتیں بیٹھ کر باتیں کر رہی تھی ایک ''احمد نے تو اپنی بیٹیاں بوڑھی کر دی ہیں۔ میری عائشہ شائزہ کی ہم عمر ہے، ماشاءاللہ تین بچوں کی ماں ہے۔''

دوسری ''احمد نے بچیوں میں اعلیٰ تعلیم دلوائی ہے ظاہر ہے اس میں وقت تو لگتا ہی ہے۔''

''کیا کرنا اس تعلیم کا آخر کو روٹیاں ہی پکانی ہیں۔''

''وہ تو تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن تعلیم کوئی بری چیز نہیں۔''

''اب اس پکی عمر کی لڑکی سے کون شادی کرے گا، میں تو ہرگز رشتہ نہیں لوں گی۔''

''لیکن مجھے تو گڑیا لگ رہی ہے میں تو مانگنا چاہتی ہوں پھر پتہ نہیں ملے یا نہیں۔''

''احمد تو اب منتیں کرے گا کوئی اس کی بیٹی کا رشتہ لے لے، ویسے میری امبرین نے ایف۔ اے کیا ہوا ہے۔''

تیسری عورت جو دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ پچھلی کرسی سے آگے آ گئی۔ اس کو دونوں نے خوش آمدید کہا۔ وہ بولی ''میرے تو شوہر بتا رہے تھے آپ نے بھی رشتہ مانگا تھا لیکن احمد بھائی نے کچھ سوچے بغیر صرف انکار کر دیا ہے۔''

دوسری والی ہنسنے لگی اور وہ شرمندہ ہوئی لیکن شرمندگی کو مٹا کر ''وہ تو صرف رسم پوری کی تھی ورنہ ہمارا دل کہاں تھا کہ ہم پکی عمر کی لڑکی کا رشتہ لیں۔''

''لیکن میں تو لینا چاہوں گی۔ احمد بھائی ہاں تو کریں۔ انہوں نے تو جو رشتے، منظور کیے ہیں ان

کا بھی ٹیسٹ رکھا ہے۔"

دوسری "یعنی انگور کھٹے ہیں۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر جاتے ہوئے" ذرا ہمیں تمہارے بھائی کو دیکھ لوں۔ نہ جانے کہاں رہ جاتے ہیں۔"

تیسری "ان جیسی ہوتی ہیں جن سے اتنی تعلیم یافتہ لڑکیاں ہضم نہیں ہوتیں، کیونکہ اپنی پڑھ جو نہیں پاتیں۔ اس کی دونوں بیٹیاں دو دو بار فیل ہو چکی ہیں مجبوری میں پہلی کی شادی کی اب دوسری کے لیے رشتہ ڈھونڈ رہی ہے۔ اور دوسری کی بیٹیوں پر تنقید کر رہی ہے۔"

"صحیح کہا بہن۔ احمد بھائی نے خاندان سے لڑ کر بیٹیاں پڑھائی ہیں ماشاءاللہ دونوں خوبصورت و سیرت ہیں آسانی سے رشتے ہو جائیں گے۔"

"آپ نے ٹھیک کہا۔ بڑی کا نکاح ہوا ہے، شائزہ کے لیے لمبی لائن ہے۔ پر جس کے نصیب میں ہے اس کو ملے گی۔ سب نے آ کر صباء بیگم کو بھی مبارک دی۔ اس وقت صباء بیگم کو احساس ہوا تھا کہ اس کے شوہر نے بیٹیاں پڑھا کر بڑا اچھا کام کیا ہے۔ لیکن شوہر کے سامنے اعتراف کرنے کی ہمت کہاں تھی۔ اس لیے چپ تھی۔

پارٹی میں لوگوں کا رویہ دیکھ کر صباء بیگم کو احساس ہو رہا تھا کہ ایسے ہی وہ شادیوں کے لیے پریشان تھی۔ شادیاں بھی ہو ہی جاتی ہیں لیکن تعلیم سے آراستہ بیٹی ماں باپ کا فخر ہوتی ہے۔

انسان کی سوچ اور رویہ تجربات سے بدلتا ہے کبھی خود نہیں بدلتا۔ اس لیے تجربے کرنے چاہئیں۔ جو تجربات سے سیکھ جاتا ہے اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ بحث صرف کدورتیں پیدا کرتی ہے تجربہ آپ کے دماغ میں سیرات کر جاتا ہے۔ آپ کو نیا انسان بناتا ہے۔ ایک ماہ اور تجربے کے زخم بھی بہت گہرے ہوتے ہیں زندگی بھر نہیں مندمل نہیں ہوتے۔

☆......☆......☆

جیسے ہی شام کو آریز آفس سے آیا تھا تو کنول "آج حنا کا فون آیا تھا وہ بتا رہی تھی کل پارٹی تھی وہ بھی گئی تھی، بہت مزہ آیا تھا۔ مس شائزہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ میرے کہنے پر اس نے تصویر بھی بھیجی ہے۔"

''بھابی آپ مجھے تو ٹیکسٹ کریں۔''

''لوابھی کر دیتی ہوں۔''اس نے اس کو تصویر بھیج دی۔

جب اس نے دیکھا کہ آریز نے موبائل آن نہیں کیا تو ''دیکھو گے نہیں۔''

''رات میں۔''

''اوہو......ہیرو جی۔''

''بھابی! میرا خیال ہے میں آج ہی بابا سے بات کروں کہیں وقت ہاتھ سے نکل ہی نہ جائے۔''

''تم جاؤ۔دیکھو بات تم کرو گے نا۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہیں بابا سے تو آرام سے کرلوں گا۔''

''بیسٹ آف لک مائی برادر۔''

''تھینکس فار مورل سپورٹ۔''

وہ وہاں سے اٹھ کر سیدھا باپ کے کمرے میں گیا تھا۔دروازے پر دستک دی تو آواز آئی'' آجاؤ۔''

بیٹے کو دیکھ کر پہلے تو کمال صاحب حیرت زدہ ہو گئے تھے پھر''اس وقت کوئی ضروری کم ہے بیٹا جی......''

''بابا بہت ضروری بات آپ سے کرنی ہے،ورنہ وقت نکل جائے گا۔''

''بیٹھو! بیٹا جی کیا ہوا ہے......؟''

ایک ہی سانس میں آریز''میں......بابا......میں نے شائزہ سے شادی کرنی ہے۔''

''یہ شائزہ کون ہے۔''

پاس سے کلثوم بیگم''وہی ٹیچر جس نے اس سے معافی منگوائی تھی۔''

''اچھا! تو شادی کر کے اس سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔''

''نہیں بابا! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔اگر وہ کہے تو ساری زندگی اس سے معافی مانگتا رہوں گا۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں کیا وہ بھی تم کو پسند کرتی ہے۔''

''نہیں۔نہیں بابا۔اس کو تو کیا اس کے فرشتوں کو بھی نہیں پتا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں۔میں تو

سوچ رہا ہوں، ان کا ردِ عمل کیا ہوگا۔"

"لو پھر چھوڑو۔ میرے بیٹے کے لیے بڑی لڑکی ہی ہے۔"

"نہیں بابا! وہ جو بھی کہے مجھے اس سے ہی شادی کرنی ہے۔"

"لیکن آریز بیٹا! وہ تم سے میرے خیال میں تین چار سال بڑی ہے۔"

"ماما وہ میرے سے دس سال بڑی ہوتی تو بھی میں اسی سے شادی کرتا۔ یہ تو پھر تین چار سال ہیں۔"

امیر لوگوں کی طرح کمال صاحب "دیکھنے میں کیسی ہے شائزہ بیٹی۔"

"دیکھنے میں گڑیا لگتی ہے آریز سے بھی چھوٹی۔ کمال صاحب دیکھو! تو لگتا ہے۔ پری زمین پر آگئی ہے۔"

"تو پھر بسم اللہ پڑھو اور صبح ہی جاؤ۔"

"صبح جا کر اس کی بڑی بہن سے پہلے بات کروں گی۔"

"ٹھیک ہے جیسے تمہیں مناسب لگے۔"

"اب تو خوش ہو بیٹا جی۔"

"بہت......بہت خوش......"

جھٹ سے کلثوم بیگم "بیٹا جی......اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں تم جانتے ہو، وہ کیسے لوگ ہیں۔ یقیناً سبین منع کر دے گی۔"

دونوں کو دیکھ کر کمال "یعنی جواب تم دونوں کو پہلے سے پتہ ہیں، بیگم اتنا ڈر......"

"کمال صاحب! ہمارا ان سے پلہ پڑا ہوا ہے، آپ کا نہیں۔ اس لیے بڑے بے باک ہو کر بول رہے ہیں۔"

"مطلب......"

"یعنی اصول پسند لوگ ہیں۔ اصولوں پر کوئی کمپرومائز نہیں۔"

"بچیاں بھی......ایسی ہیں......"

''جی جناب!''

''یعنی...... بیٹے نے الٹا راستہ چنا ہے گڈ، ویری گڈ لٹس سی......''

''ماما! ایک مرتبہ ضرور جایئے گا۔ راستے سے مت لوٹ آیئے گا۔''

سبین کتاب پڑھ رہی تھی تو نوکرانی آئی۔

''بی بی جی کوئی عورت آئی ہے کہتی ہے میں آریز کی ماما ہوں، بین سے ملنا ہے۔''

''ان کو اندر لے آؤ۔ اور چائے بھی لے آنا۔''

''جی اچھا، بی بی جی۔''

تھوڑی دیر میں کلثوم بیگم آئی۔ ''السلام وعلیکم۔''

''وعلیکم السلام آنٹی بیٹھیے، کیسے آنا ہوا؟ بیٹھیے۔''

''بس ویسے ہی، تم سے ملنے کو دل چاہا اور آ گئی۔''

مروت سے سبین ''جی بہت اچھا کیا۔ کیسے ہیں سب گھر والے؟ اور آریز کیسا ہے؟ آج کل کیا کر رہا ہے؟''

''آج کل اپنے بابا کے ساتھ بزنس کر رہا ہے۔ تم سب گھر والے کیسے ہو اور سنا ہے شائزہ واپس آ گئی ہے۔ کیسی ہے وہ؟''

''ٹھیک ہے۔ امی کے ساتھ مارکیٹ گئی ہے۔''

ہچکچاہٹ کے ساتھ کلثوم بیگم ''بیٹا کیا تم لوگوں کے رشتے ہو گئے ہیں یا پھر ابھی نہیں؟''

اسی دوران نوکرانی نے چائے لا کر میز پر رکھی۔ سبین نے اس کو جانے کا کہا تو وہ چلی گئی۔

چائے دیتے ہوئے ''جی آنٹی میرا نکاح تو ہو گیا ہوا ہے اور شائزہ کے چار رشتے ہیں۔ اب بابا نے ان میں سے کوئی ایک کو چوز کرنا ہے۔''

چائے لیتے ہوئے کلثوم بیگم ''شائزہ کو کوئی پسند نہیں؟''

''نہیں آنٹی اس نے سب کچھ بابا پر چھوڑا ہے۔''

''بیٹا! میں آریز کے لیے شائزہ کا رشتہ مانگنے آئی تھی۔''

سنتے ہی سبین حیرت زدہ ہوگئی اور سکتے میں چلی گئی۔ وہ کلثوم بیگم کو دیکھتی جا رہی تھی، مگر بول نہیں رہی تھی تھوڑی دیر کے بعد'' آنٹی پلیز نام بھی مت لیجئے گا۔ پہلے ہی امی خفا ہیں، وہ اپنے بھائی کے بیٹے سے شائزہ کی شادی کروانا چاہتی ہیں لیکن بابا ٹیسٹ کی بات کر رہے ہیں۔''

برا سا منہ بنا کر کلثوم بیگم'' اچھا بیٹا! میں چلتی ہوں۔''

''پلیز آنٹی کسی سے ذکر بھی نہ کرنا۔ وہ ویسے بھی شائزہ کا شاگرد تھا۔ یہ بات تو اور بھی بری سمجھی جائے گی۔ بابا کا ہم پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔''

ہاں نا کیے بغیر کلثوم بیگم خدا حافظ کر کے چلی گئی تھی۔ وہ تو چلی گئی لیکن سبین پریشان ہوگئی تھی۔'' اگر آنٹی نے کسی سے ذکر کیا اور بات بابا تک پہنچی تو کیا ہوگا۔''

☆......☆......☆

جس کسی کا انتظار ہوتا ہے تو انسان راستے ہی میں بیٹھ جاتا ہے حالانکہ جس نے دروازے پر آ جانا ہے وہ اندر بھی آ جائے گا۔ لیکن یہ بات انسان کو سمجھ نہیں آتی۔

ماں کے انتظار میں آریز باپ کو لے کر لان میں بیٹھا تھا اور ماں کا انتظار کر رہا تھا۔ کبھی اٹھتا تھا کبھی بیٹھتا تھا۔ آخر تنگ آ کر اس نے ٹہلنا شروع کر دیا تھا۔ اس کو دیکھ کر کمال صاحب حیرت زدہ ہو رہے تھے کہ وہ اس قدر بھی سنجیدہ ہو سکتا ہے۔ اس کی بے چینی محسوس کرتے ہوئے'' بیٹھ جاؤ بیٹا، کیوں موت کے کنویں میں ناکام سائیکل چلا رہے ہو۔ اس طرح کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ تھک جاؤ گے۔''

''بابا! ہوگا تو نہیں کچھ۔ لیکن دل کا کیا کروں، گھبرا رہا ہے۔''

''اللہ سب ٹھیک کر دے گا بیٹھ جاؤ۔''

اس کے کندھے پر ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے۔

''بیٹا جی! عشق کی پہلی سیڑھی پر ابھی چڑھنے لگے ہو اور اتنی بے تابی۔ ابھی تو اور بھی امتحان ہیں۔ صبر سے چڑھو ورنہ گر جاؤ گے۔ جو گھوڑے شروع میں تیز دوڑتے ہیں، جلد ہی تھک جاتے ہیں اور ہار

جاتے ہیں۔''

ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ کلثوم بیگم آ گئی۔

بے تابی سے ''کیا ہوا ماما؟''

''بیٹھنے تو دو۔''

وہ کرسی پر بیٹھ گئیں اور آریز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر۔

''بیٹا! یہاں تمہاری دال نہیں گلنے والی۔''

''کیا ہوا ہے ماما؟''

''شائزہ کے چار رشتے ہیں ایک تو صباء کے بھائی کا بیٹا ہے، اس کے لیے صباء باضد ہے اور احمد بھائی کہتے ہیں وہ چاروں کا ٹیسٹ لیں گے۔ جو جیتا اس کو شائزہ ملے گی۔ میں نے تو صرف سبین سے بات کی ہے اور اس نے منع کر دیا کہ میں کسی سے بات بھی نہ کروں ورنہ اس کے باپ کا اعتماد ٹوٹ جائے گا۔''

بعض اوقات آپ چھوٹی سی بات میں سارا کچھ کہہ جاتے ہو۔ سبین کی اس بات نے کمال صاحب کو اپنا اسیر کر لیا تھا۔

''جناب! کیا کمال لڑکیاں ہیں۔''

آریز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر۔

''یہ تو رشتہ ہر حال میں لینا ہے۔ اس کے لیے ہم ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ جو لڑکیاں باپ کی وفادار ہیں وہ سسرال کی عزت بھی رکھنا خوب جانتی ہوں گی ایسی لڑکیوں سے تو معاشرے کی بنیادیں اور اقدار بنتی ہیں عظیم ماؤں سے عظیم قوم بنتی ہے۔''

''قوم تو تب بنے گی کمال صاحب جب وہ رشتہ دیں گے، ورنہ خیال ہی سمجھیں۔''

آریز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کمال صاحب۔

''بیٹا راستے میں ڈگمگاؤ گے تو نہیں؟ کیونکہ مجھے اندازہ ہو گیا ہے تم کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑے گا۔''

''بابا! میں شائزہ کو پانے کے لیے سب کچھ برداشت کرلوں گا۔''

''تو پھر طے ہو گیا بیگم! سبین تو بچی ہے ہم کل ہی احمد صاحب سے باقاعدہ رشتہ مانگنے جائیں گے۔''

خوشی سے آریز باپ کے گلے لگ گیا۔ ''شکریہ شکریہ بابا۔''

اگلی شام کمال اور کلثوم بیگم شائزہ کے گھر گئے۔ احمد اور صباء بیگم ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صباء بیگم چونکہ کلثوم بیگم کو جانتی تھی اچانک اس کو دیکھ کر حیرت زدہ تھی۔ لیکن بہر حال ان کو خوش آمدید کہا اور بٹھایا۔ کمال صاحب گرم جوشی سے ''السلام وعلیکم احمد صاحب۔''

''وعلیکم السلام۔''

حیرت کو کم کرتے ہوئے صباء بیگم۔

''آیئے...... آیئے...... خیریت سے آنا ہوا؟''

کوئی اس کا تو کلثوم بیگم کو جواب نہ دیا مگر کمال صاحب کا تعارف شروع کر دیا۔

''یہ آریز کے بابا ہیں۔''

آگے بڑھ کر احمد صاحب نے کمال صاحب سے ہاتھ ملایا پھر بیگم سے ''یہ آریز کون ہے؟''

''شائزہ کا شاگرد میٹرک میں اس کو تین ماہ پڑھایا تھا۔ آپ کو تو ساری کہانی سبین نے بتائی تھی۔''

''دراصل چار سال پرانی کہانی ہے میں بھول گیا ہوں۔''

''باتیں تو ہوتی رہیں گی میں نوکرانی کو چائے کے لیے کہتی ہوں۔'' صباء بیگم اٹھ کر چلی گئیں۔

''تو آپ کا کیا کام ہے کمال صاحب۔''

''کاسمیٹکس کا بزنس ہے اور دونوں بیٹے میرے ساتھ ہی ہوتے ہیں اور اللہ کا کرم ہے۔''

صباء بھی آکر بیٹھ گئی تھی اور کلثوم بیگم سے باتیں کرنے لگی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو کمال نے ہمت کی جو اِن سے ملنے کے بعد اِن کے سحر میں آ گیا تھا۔

''آج تو ہم کچھ مانگنے آئے ہیں۔''

بڑے مروت سے لحاظ سے احمد صاحب۔

"جناب! ہمارے پاس ہو تو انکار نہیں کریں گے۔"

"آپ کے پاس بھی ہے لیکن دینا مشکل ہے۔"

"جناب! ہم مشکل سے نہیں گھبراتے۔ لیکن بس میں ہونا شرطِ لازم ہے۔"

قریب ہو کر کمال احمد سے "شائزہ کو ہماری بیٹی بنا دیں۔"

ان کی بات سننی تھی کہ احمد صاحب اور صباء بیگم سکتے میں آ گئے تھے جیسے سانپ نے سونگھ لیا تھا۔ جب ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

خود کو سنبھالتے ہوئے احمد صاحب مروت سے۔

"لیکن وہ تو شائزہ کا شاگرد ہے۔ اس کا مطلب ہوا عمر میں بھی چھوٹا ہو گا۔"

"صرف تین چار سال کا فرق ہے۔ لیکن ہمیں شائزہ بہت پسند ہے۔"

اتنے میں نوکرانی نے چائے لا کر میز پر رکھ دی تھی۔

اس کو جانے کا اشارہ کر کے صباء بیگم سب کو چائے پیش کرنے لگی۔ وہ چائے پی رہے تھے اور احمد سوچ میں تھا کیا کروں۔

کیونکہ ان کے ہاں منہ توڑ کر جواب دینے کا رواج نہ تھا اخلاق و کردار نہ صرف انہوں نے بچوں کو سکھایا تھا بلکہ اس پر خود بھی عمل کرتے تھے۔ صباء بیگم الگ سے پریشان ہو رہی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہیں آپ نے کچھ کہا نہیں احمد صاحب۔ لگتا ہے ہماری بات آپ کو ناگوار گزری ہے۔ لیکن ہم پھر بھی سوال کریں گے۔ جب تک آپ ہاں نہیں کر دیتے۔"

"ہم آپ کو سوچ کر بتائیں گے آپ ہمیں سوچنے کا موقع دیں پھر ہم کچھ کہنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔"

"ہمیں جواب نہیں ہاں چاہیے۔"

"یہ تو نصیبوں کے کھیل ہیں دیکھتے ہیں نصیب کیسے کھیلتے ہیں۔"

"بات تو آپ نے سو فیصد کی ہے لیکن چیزیں لگن سے ملتی ہیں۔ ہمیں لگن سچی ہے پھر ہم جان کی

بازی بھی لگا دیں گے۔"

ان کی باتیں کلثوم بیگم پر اثر کر رہی تھیں۔ وہ اندر سے گھبرا رہی تھی بڑے لحاظ سے۔

"اب ہمیں اجازت دیں۔"

سب ناگوار باتوں کے باوجود احمد صاحب اور صباء بیگم ان کو دروازے تک رخصت کرنے آئے تھے۔

ان کے بعد دونوں کمرے میں چلے گئے تھے احمد صاحب نے سبین کو بلایا۔

"آج کمال اور مسز کمال آئے تھے۔"

"وہ کون ہیں؟"

"آریز کے والدین۔"

نام سنتے ہی سبین اندر سے گھبرا گئی تھی لیکن ہمت سے۔

"سوری بابا! مجھے آریز کے والد کا نام نہیں پتہ تھا۔ لیکن وہ خیریت سے آئے تھے۔"

سنجیدگی سے احمد صاحب "شائزہ کا رشتہ مانگنے۔ شائزہ کو اس بات کا پتہ ہے۔"

"نہیں بابا! اس کے تو فرشتوں کو بھی نہیں پتہ۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی کہ وہ لوگ ایسا بھی سوچ سکتے ہیں۔"

"آریز کا شائزہ سے کوئی contact ہے۔"

"نہیں بابا! بالکل بھی نہیں۔ آپ کی بیٹی ہے۔"

سن کر احمد صاحب پرسکون ہو گئے تھے اعتماد تو تھا لیکن تصدیق کر کے مطمئن بھی ہو گئے تھے کہ ان کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ جس پودے کو محنت اور الفت کا پانی دیا تھا اس نے بھی پاس رکھا ہے۔

"اچھا بیٹا جاؤ۔"

اس کے جانے کے بعد صباء بیگم۔

"آپ صبح ہی ان لوگوں کو انکار کر دیں۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ ویسے بھی رشتہ آنا کوئی بڑی بات نہیں جس گھر میں بیری ہو وہاں پتھر آہی

جاتے ہیں۔"

"آپ اس پتھر کو روک لیں کہیں گھر پر ہی نہ گر جائے۔"

☆......☆......☆

اگرچہ انتظار مشکل کام ہے لیکن انسان چاہے یا نہ چاہے کرنا ہی پڑتا ہے آریز ماں باپ کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے تھے آریز نے تو ان کے بیٹھنے کا بھی انتظار نہ کیا اور بولا بے تابی سے "کیا ہوا؟"

"صبر کرو بیٹا جی۔ یہ عشق ہے۔"

"بھول جاؤ۔ وہ نہیں مانیں گے۔ آپ نے دیکھا نہیں کمال صاحب۔ ہماری بات کرتے ہی ان کو چپ لگ گئی تھی۔ وہ تو بامروت لوگ ہیں ورنہ انہوں نے کہنا تھا۔ اٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم پھر بات کریں گے۔ تم جاؤ سو جاؤ۔"

"کیسے بابا! آپ نہیں سمجھ سکتے۔ کچھ تو بتائیں۔"

"زیادہ بتایا تو پھر رات بھر نیند نہیں آنے والی۔ اس لیے تو لحاظ کر رہا ہوں۔ ابھی ابھی ان سے سیکھا ہے کہ زہر بھی دو تو اخلاق و مروت میں لپیٹ کر تا کہ کسی کو برا نہ لگے اور وہ سب سہہ جائے۔ سچ بولا تو سنتے ہی مر جاؤ گے۔ وہ تمہاری ماں کو بھی نظر آ گیا ہے اور مجھے بھی۔ لیکن میں امید لگائے بیٹھا ہوں، کیونکہ میں بھی تمہاری طرح ان کے سحر میں آ گیا ہوں۔"

اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر۔

"یار مجھے بھی اچھے لگے ہیں۔"

"آپ باپ بیٹا سحر میں ہیں اور میں ڈری ہوئی ہوں۔"

"بیگم! آپ کب سے ڈرنے لگی ہیں۔"

"جب سے یہ میرا بیٹا ہوا ہے ہر وقت میرے لیے کوئی نہ کوئی امتحان تیار رکھتا ہے۔"

"یہ ہی زندگی ہے کبھی دھوپ اور کبھی چھاؤں۔ کیا ڈرنا اور کیا نا۔"

وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ کنول بھی آ گئی اور بڑے تجسس سے۔

''کیا بنا موصوف کا۔''

''وہی جو میں نے کہا تھا۔''

''مطلب آنٹی! انہیں۔''

جھٹ سے کمال صاحب۔

''ابھی صاف صاف نہیں، مطلب ایک فیصد امید ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''

''اس کا تو مطلب انکل یہ ہوا کہ مریض وینٹی لیٹر پر ہے۔ چلو! پھر دعا کر سکتے ہیں۔'' آریز کے کندھے کو تھپتھپا کر چلی گئی۔ صبح صبح احمد آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا تو کمال صاحب کا فون آ گیا۔ فون اٹھاتے ہی احمد صاحب۔

''میں آپ کو ہی فون کرنے والا تھا۔''

''تو آپ نے کیا فیصلہ کیا۔''

''ہماری طرف سے معذرت قبول فرمائیے۔ دراصل شائزہ کے پہلے ہی چار رشتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے۔ وہی مجھے مشکل لگ رہا ہے۔ کس کا دل توڑوں اور کس کا نہ۔ اس لیے میں نے چاروں کا ٹیسٹ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ تا کہ کسی کو بھی اعتراض نہ ہو۔''

''یہ تو اور بھی آسان ہو گیا۔ آپ ہمیں بھی ٹیسٹ میں شامل کر لیں۔ یہ ہمارے نصیب، فیل ہوں یا پاس۔ ٹیسٹ میں شامل ہونے کا حق تو دیں لیکن ایک آپ سے درخواست ہے فیصلہ منصف بن کر کیجیے گا۔ پھر ہمیں آپ سے کوئی گلہ نہ ہو گا۔ جو بھی ہو۔''

''آپ کو کیا ضرورت ہے ٹیسٹ میں شامل ہونے کی۔ سیدھا سیدھا کوئی اور رشتہ دیکھ لیں۔ ویسے بھی شائزہ دنیا کی آخری لڑکی تو نہیں۔ آریز کو رشتوں کی کون سی کمی ہے۔ جو آپ کا ٹیسٹ میں شامل ہونا ضروری ہے۔''

''شاید! آپ نہیں جانتے ہمارے لیے دنیا کی آخری لڑکی ہے نا صرف لڑکے کے لیے بلکہ پوری فیملی کے لیے۔ جب سے آپ سے ملے ہیں، ہم بھی آپ کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔ وہ بھی دل

سے تاکہ جانیں آپ جیسے لوگوں کی قربت کیسی ہوتی ہے۔''

''ہم تو عام سے لوگ ہیں۔ جن کو بیٹیوں کو پڑھانے کے لیے بھی پورے خاندان کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔''

ناچاہتے ہوئے بھی احمد صاحب انکار نہیں کر پا رہے تھے آخر کار کچھ سوچ کر۔

''ٹھیک ہے جمعہ کو مبارک دن ہے۔ آپ آریز کو بھیج دیجئے۔ باقی چاروں بھی آجائیں گے۔''

''شکریہ...... شکریہ جناب! مان رکھنے کا۔''

''آپ باکمال ہیں تو بیٹی کی کیا تربیت ہوگی۔ خدا حافظ۔''

احمد کی روح میں بے چینی اور احساس ندامت تھا۔ لیکن جیسے ان الفاظ نے ان پر مرہم رکھ دیا ہو۔

ناشتے پر سب جمع تھے تو کمال صاحب جیسے ہی پہنچے آریز۔

''بابا! آپ نے فون کیا۔ اُنہوں نے کیا کہا؟''

''ایک تو بیٹا جی آپ سوال بہت کرتے ہیں۔ دوسرا ہر کام کی جلدی ہوتی ہے۔ آرام سے کھاؤ۔ منہ جل جائے گا۔''

نیچے منہ کر کے آریز توس پر جام لگانے لگ گیا تھا۔ دوسرے بھی اس کو دیکھ رہے تھے۔ کلثوم بیگم اس کی طرف دیکھ کر۔

''آپ بتا دیں کیا جاتا ہے۔''

''بیگم صاحب برخوردار کو امتحان میں شامل کروا کر آیا ہوں۔ انہوں نے تو صاف صاف انکار کر دیا تھا۔ پھر میں نے ان کو باور کروایا کہ ہمیں امتحان میں شامل ہونے کا تو حق ہے۔ وہ بامروت انسان ہیں آخر کار مان ہی گئے۔''

اس کے کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر عمر۔

''بابا کا شکر گزار ہو جنہوں نے رجسٹریشن کروا دی ہے۔ ورنہ کنارے پر کھڑے دیکھتے رہتے، چانس بھی آدھی جیت ہوتی ہے۔''

پاس سے کلثوم بیگم ”بہت سوں کو تو چانس بھی نہیں ملا۔“

”بھائی میرے بہت خوش قسمت ہے مجھے تو اس سے ملنے کا اشتیاق ہو گیا ہے انشاء اللہ! تمہاری دلہن بنے گی تو دیکھوں گی۔“

”ٹھیک جا رہی ہیں بھابی آپ۔ انہوں نے کھڑے ہونے کی جگہ دی ہے اور آپ نے مجھے بٹھا بھی دیا۔ شکریہ...... شکریہ......“

”امید پر دنیا قائم ہے میرے بھائی۔“

ناشتے پر صباء بیگم احمد صاحب سے۔

”آپ نے کمال بھائی کو جواب دے دیا۔“

”نہیں بیگم! میں نے تو بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں مانے۔“

”مطلب آپ نے ہاں کر دی۔“

”اب میں نے یہ کب کہا۔“

”تو پھر کیا مطلب ہے آپ کا۔“

”ٹیسٹ میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔“

چڑ کر صباء بیگم ”ایک تو مجھے آپ کے اس نئے رواج کی سمجھ نہیں آ رہی۔“

”بیگم! میں دراصل کسی کا بھی دل نہیں توڑنا چاہتا۔ اس لیے مروت میں کر رہا ہوں فیصلہ تو اللہ نے کرنا ہے۔ شائزہ کا نصیب کس کے ساتھ لکھا ہے۔“

”بہت آسان تھا فیصلہ کرنا۔ اگر آپ سب سے قریبی کو دیکھ کر فیصلہ کر لیتے۔“

”میرے تو سب قریبی ہی ہیں۔“

”لیکن میرے تو سب سے قریبی میرا بھائی ہی ہے۔“

”اب اس ٹیسٹ کے بعد پھر پورے خاندان میں باتیں ہوں گی۔ کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ۔“

”سب کو سب کہنے دو۔ لیکن میں نے کسی کا دل نہیں توڑا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں۔“

☆......☆......☆

جمعہ کو آریز صبح بہت جلدی اٹھ گیا تھا۔ اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ شاید یہ اس کی پورے سال میں دوسری نماز تھی۔ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر لمبی چوڑی دعا مانگنے کی بجائے دو جملوں میں دعا مانگی ''اے میرے رب! تجھ سے فریاد ہے جو شائزہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کو شائزہ دے دے۔'' اس کے بعد جائے نماز سے اٹھ گیا۔

یہ سچ ہے اگر لگن سچی ہے تو دعا ایک لفظ کی بھی کافی ہوتی ہے دعا تو ان کو لمبی مانگنی پڑتی ہے۔ جن کی لگن بھی دل تک نہیں پہنچتی تو دعا کہاں عرش تک پہنچتی ہے۔ اس لیے سالوں سال مانگنا پڑتا ہے۔ ورنہ وہ تو سب سنتا ہے۔

کھانے کی میز پر ناشتہ کرتے ہوئے کنول، عمر، کلثوم بیگم اور کمال صاحب سب شائزہ کی باتیں کر رہے تھے۔ اور اس کو تنگ کر رہے تھے۔ آریز کو چڑاتے ہوئے کنول۔

''لڑکا آج جنگ لڑنے جا رہا ہے جیتنے پر شائزہ ملے گی۔''

لقمہ دیتے ہوئے عمر۔

''ایسا تو بادشاہوں کے دور میں ہوتا تھا۔ شہزادیوں کے لیے لوگ بادشاہ کی شرائط کو پوری کرتے تھے۔''

''بیٹا جی! آپ لوگوں نے شائزہ کو دیکھا نہیں، شہزادیوں سے بڑھ کر ہے۔''

''باپ باکمال ہے تو بیٹی کیا ہوگی۔ مجھے تو احمد صاحب کے بات کرنے کا انداز بہت شگفتہ اور باکمال لگتا ہے۔ ایک دن شائزہ بیٹی کو بھی دیکھ لیں گے۔ ہمارے گھر ہی آنا ہے اور کہاں جائے گی۔''

''کمال صاحب! آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں۔ وہ دوسرے جھاگ مارنے آئے ہوں گے۔ دوسرا جو صباء بیگم کا بھتیجا ہے جس کے لیے وہ احمد بھائی سے جھگڑا کر رہی ہے۔ وہ کیا ہے؟''

''بیگم! اگر ساری دنیا بھی آپ کو کچھ دینا چاہے لیکن آپ کی لگن نہ ہو تو چیز نہیں ملتی۔''

ان کی بحث ختم کرواتے ہوئے عمر۔

''ماما! آپ سب چھوڑ دیں اور اپنے پیرو کے لیے دعا کریں۔ باقی سب دیکھا جائے گا۔''

''بھابی اور آپ دعا کیجئے گا۔ میں کامیاب ہو جاؤں۔''

"واہ جی واہ! ہمارا منڈا انگلش سے اُردو پر آ گیا ہے۔ کیا چیز ہے شائزہ۔ اب تو مجھے بھی دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔ اس نے تو تم کو پاگل کر دیا ہے۔"

"آپ کچھ بھی کہیئے بھابی۔ لیکن بس میری ہو جائے۔ دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں۔"

سب اس کو گاڑی تک چھوڑنے آئے جیسے وہ حقیقت میں جنگ لڑنے جا رہا تھا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر سب کو خدا حافظ کر کے چلا گیا تھا۔

ماموں زاد اور خالہ زاد تو رات سے ہی آئے ہوئے تھے۔ شائزہ اور سبین نے دونوں کو کامیاب ہونے کی دعا دی۔ نو بجے سب ان کے گھر میں جمع تھے۔ نکلتے ہوئے شائزہ نے آریز کو دیکھا تو اس کی خوشی تو جیسے ختم ہی ہو گئی تھی۔ حیران ہو کر سبین سے پوچھنے لگی۔

"یہ آریز یہاں کیا کر رہا ہے۔"

"یہ بھی تمہارا اُمیدوار ہے۔"

"لیکن مجھے تو کسی نے بتایا بھی نہیں۔"

جب وہ سبین سے باتیں کر رہی تھی پیچھے کھڑی صباء بیگم سن رہی تھی اور سوچنے لگی" کہ باپ نے اعتماد دیا تو بیٹیوں نے بھی خوب مان رکھا ہے۔"

"بابا کیا سوچتے ہوں گے۔"

اس سے پہلے کہ صباء بیگم یا سبین کچھ بولتیں وہ بھاگ کر کمرے میں چلی گئی۔

ان کے جانے کے بعد سبین کمرے میں آئی تھی لیکن شائزہ نے اس سے کوئی بات نہ کی۔ چپ چاپ کتاب پڑھ رہی تھی۔ سبین کو لگ رہا تھا کہ شائزہ کو بھی آریز کا آنا اور رشتہ مانگنا اچھا نہیں لگا۔ وہ شائزہ کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کو محسوس کر رہی تھی اور چاہتے ہوئے بھی کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ شائزہ کو لگ رہا تھا اس کی بنائی ہوئی ساری عمارت ٹوٹ گئی ہے۔ جس کی کرچیاں وہ چاہتے ہوئے بھی سمیٹ نہیں پائے گی۔ اس میں بھی سبین سے کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی۔ آج وہ زندگی میں پہلی بار ہاری تھی۔ کچھ دیر دونوں نے ایک دوسرے کو نظریں چرا کر دیکھا پھر سبین باہر چلی گئی۔ جیسے ہی سبین کمرے سے نکلی،

شائزہ نے دروازہ بند کرلیا اور زور زور سے رونے لگی بغیر آواز کے۔ وہ نہیں بلکہ اس کا دل رو رہا تھا اس کو لگ رہا تھا اس کی محنت سب ضائع ہوگئی ہے۔ وہ اپنے باپ کے بارے میں سوچ سوچ کر روئے جارہی تھی۔

فارم پر لے جا کر احمد صاحب نے پانچوں لڑکوں کو فضل دین کے حوالے کیا اور اس کو ایک دن کام کرنے سے منع کردیا اور اس کو گوشت دیا اور دوپہر کا کھانا بنانے کا حکم دیا۔ پانچوں کو سامنے کھڑا کر کے احمد صاحب۔

''تم سب نے بیس بیس پودے لگانے ہیں۔ دوسرا ٹریکٹر سے ایک ایک کھیت فصل کے لیے ہل چلا کر تیار کرنا ہے۔ بھینسوں کے لیے چارہ کاٹنا اور پانی پلانا ہے۔ اور فضل دین تم اور میں ان کی نگرانی کریں گے۔ مجھے پتہ ہے تم سب کو ٹریکٹر چلانا کہاں آتا ہوگا۔ لیکن میں تم لوگوں کو بتا دیتا ہوں ٹریکٹر میں الٹ گیئر لگتے ہیں باقی جہاں مدد کی ضرورت ہوگی فضل دین تم لوگوں کو بتا دے گا۔ سب اکٹھے کام شروع نہیں کرسکتے اس لیے باری باری تم لوگ کام کرو گے پہلے کچھ پودے لگائیں گے تو کچھ چارہ کاٹیں گے اور ایک ٹریکٹر چلائے گا۔ پھر دوسرا اس طرح سب سب کام کریں گے۔ آریز سب سے پہلے ٹریکٹر چلائے گا اور فصل کے لیے کھیت تیار کرے گا۔''

سب نے کام شروع کردیا ایک چارہ کاٹنے لگ گیا تھا۔ دو مل بھینسوں کو پانی پلانے لگ گئے تھے۔ آریز کا سب سے مشکل کام سب سے پہلے آیا تھا۔ وہ ٹریکٹر پر بیٹھا تو اس سے گیئر نہیں صحیح لگ رہے تھے کیونکہ الٹے لگتے ہیں۔ کچھ دیر ان سے لڑنے کے بعد اس نے چلا ہی لیا۔ پھر کھیت میں ہل چلانے لگا۔ ایک اپنے حصے کے بیس پودے لگانے لگ گیا تھا۔

دو گھنٹوں میں سب نے اپنا اپنا ان کام ختم کرلیا تو پھر ان کے کام بدل گئے آریز کے بعد دوسرے کی ٹریکٹر چلانے کی باری آئی تو آریز نے اس کو چلانا بتا دیا اور پھر اس کو آریز کی طرح ٹریکٹر سے لڑنا نہیں پڑا۔ اس کے بعد دوسرا پودے لگانے لگ گیا تھا۔ دوسروں کی بھی باری بدل گئی بھینسوں کو پانی پلانے والے چارہ کاٹنے لگے اور چارہ کاٹنے والے پانی پلانے لگے۔

فضل دین اپنی بیگم سے ''کھانا پکا لیا ہے۔''

"نہیں پکار ہی ہوں۔ صاحب تو بہت زیادہ گوشت لے آئے ہیں یہ تو صرف پانچ لڑکے ہیں اور ایک صاحب خود جو سونگھ کر کھاتے ہیں۔"

"سکینہ وہ ہم سب کے لیے لائے ہیں۔"

"ویسے فضل دین یہ شائزہ بی بی ہیں بڑی خوش قسمت جو پانچ پانچ اس کے لیے رشتے آئے ہیں اور سب مشقت بھی کر رہے ہیں۔ ہمارے لیے تو کوئی ایک نہیں آتا۔ اگر کوئی آ جائے تو اس کے تو مزاج ہی نہیں ملتے۔"

"ہم ان کی طرح محنت بھی تو نہیں کرتے۔ ان کے پاس سب کچھ ہے پھر بھی ولایت سے پڑھ کر آئی ہیں۔ ہم اپنی بیٹی کو پڑھنے کا کہتے بھی ہیں تو میٹرک سے آگے نہیں جاتی۔"

"بات تو تمہاری بھی سچ ہے۔ میں نے مبین کو کتنا زور لگایا لیکن وہ نہیں پڑھی۔ شائزہ بی بی اک سوہنی ہے پھر امیر تیسرا بہت بہت پڑھی لکھی پھر تو اتنے بھی رشتے کم ہیں۔"

"نیک بخت پی ایچ ڈی کر کے آئی ہیں۔"

"تیرا کیا خیال ہے کون جیتے گا۔"

"کچھ نہیں کہہ سکتا سکینہ...... سب بہت محنتی ہیں وہ وہ کام کر رہے ہیں جو ان کے لیے ناممکن ہیں۔ احمد صاحب نے بھی انصاف کیا۔ سب کو سب کاموں سے گزار رہے ہیں تا کہ ناانصافی نہ ہو۔ آگے نصیب ہیں۔"

"میں تو باتوں میں بھول ہی گئی سب، گھنٹے تک کھانا تیار ہو جائے گا تو لے جانا۔"

"اچھا میں بھی چل کر دیکھوں لڑکے کیسے کام کر رہے ہیں۔"

آج احمد صاحب کے گھر سرد جنگ ہو رہی تھی دوپہر میں شائزہ نے اور سبین نے کچھ نہیں کھایا۔ صباء بیگم بھی چپ چاپ باورچی خانے میں مصروف تھی۔ الیان شائزہ اور سبین کے کمرے میں آیا لیکن اس سرد جنگ کے اثرات اس کو بھی محسوس ہوئے بغیر کچھ کہے واپس چلا گیا۔

دوپہر تک لڑکوں نے کام کر لیا تو ان کو کھانا دیا گیا انہوں نے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد پھر کام

بدل گئے اور اب آریز کی پودے لگانے کی باری آ گئی۔ اور تیسرے کی ٹریکٹر چلانے کی دوسروں کی بھی باری بدل گئی اور کام بھی۔

پودے لگاتے ہوئے آریز کے سامنے شائزہ کا آخری دن والا منظر آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ اس نے پہلا پودا لگایا تو خود سے کہنے لگا یہ شائزہ کے نام کا ہے۔ دوسرا اس نے اپنے نام کا لگایا یوں اس نے بیس پودوں میں سے دس اپنے نام کے اور دس شائزہ کے نام کے لگائے۔ آخر میں آریز کی بھینسوں کے لیے چارہ کاٹنے کی باری آئی۔ اب چارہ بھی زیادہ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی اس سے چارہ کٹوا لیا گیا تھا تا کہ نا انصافی نہ ہو۔ اور اس کو بھینسوں کے لیے دوسرے دن کے لیے رکھ دیا گیا تھا۔

جاتے ہوئے احمد صاحب فضل دین سے۔

''کس نے سب سے اچھا کام کیا۔''

''صاحب! سب کے سب نے بہت دل سے اور اچھا کام کیا ہے کس کی تعریف کروں اور کس کی نہ کروں۔ میرے لیے بہت مشکل ہے۔''

''میرے لیے بھی فضل دین مشکل ہو گیا ہے حالانکہ میں نے سوچا تھا فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ میں کسی کا دل نہیں توڑوں گا۔ لیکن یہ اور بھی مشکل ہو گیا ہے۔ سب نے دل سے گڑ ڈال دیا ہے کہ میٹھا ہی میٹھا ہے سمجھ نہیں آتا کیا کروں۔ بہر حال اللہ مالک ہے وہ خود ہی فیصلہ کر دے گا۔''

☆......☆......☆

شام کو احمد صاحب پانچوں لڑکوں کو ساتھ لے کر گھر واپس آئے۔ اس نے ان کو ٹی وی لاؤنج میں بٹھا دیا تھا۔ خود سبین کے کمرے میں جا کر اس کو چائے کے ساتھ کچھ لانے کا کہا اور بات بھی سننے کا کہا۔ اس کو یہ کہہ کر احمد صاحب واپس آ رہے تھے تو ان کے پیچھے شائزہ بھی کمرے سے نکال کر کچن کی طرف جا رہی تھی۔ جیسے ہی آریز نے شائزہ کو آتے دیکھا تو جلدی سے اس کے سامنے آ گیا۔ شائزہ جو صبح سے غصے سے بھری بیٹھی تھی دوسرا وہ اپنے آپ سے بھی لڑ لڑ کر تھک چکی تھی۔ اس نے نہ آؤ دیکھا اور نہ ہی تاؤ ایک نہیں بلکہ دو تین تھپڑ اس کے منہ پر دے مارے۔ پر آریز جم کر کھڑا تھا۔ وہ ذرا بھی لڑکھڑایا نہیں۔

یوں لگ رہا تھا ساکن بت کھڑا ہے جس پر وہ غصہ نکال رہی ہے۔ وہ بھی اس کو پورا حق دے رہا تھا کہ وہ دل کھول غصہ نکال لے۔ کیونکہ وہ میدان چھوڑنا نہیں بلکہ ڈٹ کر لڑنے آیا تھا۔ جیسے یہ آخری دن ہو پھر موقع نہیں ملنا کچھ کہنے سننے کا۔ آج کچھ نہ کر سکا تو پھر کبھی کچھ نہیں ہوگا۔

''تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ تم میرے رشتے کی بات کرو۔ تم سے میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔ جو کچھ بھی ہو جائے۔''

جاتے جاتے ''تم آخری انسان چاہے شادی کے لیے بچو۔ تب بھی نہیں۔ سمجھے!''

وہ بول رہی تھی تو اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا جیسے اس کا پور پور اس بات کی گواہی دے رہا ہو کہ وہ سچ کہہ رہی ہے وہ اس کو قبول نہیں کرے گی۔

سب بول کر وہ دوڑ کر کمرے میں چلی گئی تھی۔ ثمین اور احمد صاحب پیچھے ہی سب دیکھ رہے تھے۔ اس کے جانے کے باوجود آریز وہاں پر ہی کھڑا تھا۔ جلدی سے احمد صاحب کے پاؤں پڑ گیا۔

اس کو دونوں ہاتھوں، بازوؤں سے پکڑ کر احمد صاحب نے اُٹھایا۔

''جاؤ بیٹا اندر جاؤ۔''

وہ اندر جا کر دوسروں کے ساتھ بیٹھ گیا اور یوں ظاہر کرنے لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ احمد صاحب بھی اس کے پیچھے ٹی وی لاؤنج میں جا رہے تھے تو ثمین۔

''بابا! آپ نے بات کرنی تھی۔''

''اب کوئی بات نہیں کرنی جاؤ جا کر شائزہ کو دیکھو بہت زیادہ ڈیپریس ہے۔''

وہ واپس جا رہی تھی تو دیکھ کر صباء بیگم بھی سب کچھ دیکھ چکی تھی۔ وہ حیران و پریشان کھڑی تھی۔

لاؤنج میں نوکرانی چائے پیش کر چکی تھی وہ بھی سب لڑکوں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا وہ بھی پرسکون انداز میں۔ احمد صاحب اس کو ہی دیکھ رہے تھے۔ چائے بھی پی رہا تھا۔ جب ثمین کمرے میں پہنچی تو شائزہ چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ثمین نے اس کو پکڑا۔ صباء بیگم دروازے میں کھڑی سب دیکھ رہی تھی لیکن اس کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ آگے بڑھ

کر اس کو پکڑے۔ سبین نے اس کو بٹھایا اور اس کو لٹا دیا۔

ظاہر ہے سب کو خدا حافظ کرنا تھا اس لیے صباء بیگم اور سبین لاؤنج میں آ گئیں تینوں نے آ کر آریز سمیت دوسرے دولڑکوں کو اچھے طریقے سے خدا حافظ کیا۔ صباء بیگم کا بھتیجا اور بھانجا رات رُک گئے تھے۔

☆......☆......☆

جیسے ہی آریز گھر پہنچا وہ پہلے ہی انتظار کر رہے تھے۔ فوراً کمال صاحب "بیٹا جی کیا ہوا؟"

"پتہ نہیں۔"

"تو کس کو پتہ ہے پیپر تم دے کر آئے ہو اور پتہ کسی اور کو ہو گا۔ واہ! کیا فلسفہ ہے۔"

"ابھی تو کوئی جواب نہیں فیل ہوا ہوں یا پاس۔"

اس کے چہرے کی پریشانی جو صرف ماں کو نظر آ رہی تھی دیکھ کر کلثوم بیگم موضوع بدلنے کے لیے۔

"کھانا لگاؤں۔"

"نہیں ماما۔ پہلے انکل نے فارم ہاؤس پر کھانا کھلایا تھا اور پھر گھر آ کر بھی چائے اور کباب۔"

"کھانے میں کیا تھا۔"

پاس سے عمر "ماما! آپ کھانے کو لے کر بیٹھی ہیں اور ہم امتحان کے لیے فکر مند ہیں۔"

"بیٹا جی! میں بھی دراصل امتحان کے نشان مٹا رہی ہوں۔ جو تم بچوں کو کہاں سمجھ آئے گی۔"

"بیگم نشان نہ مٹاؤ۔ بلکہ اس کو محسوس کرنے دو۔ تاکہ کل کو جو فیس کرنا ہے وہ آج محسوس کرے۔ اور ذہنی اور جسمانی طور پر تیار ہو۔ کیونکہ جو حالات ہیں وہ مجھے آگے بھی طوفان کی آمد کی اطلاع دے رہے ہیں۔ البتہ طوفان سرد ہو گا جو میرے خیال میں زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ جو گیماریز کی طرح جسم میں سرائیت کر جاتا ہے۔"

فوراً سے عمر اور کنول اس پر مرہم رکھنے کی کوشش میں لگ گئے تھے۔

"فکر نہ کرو۔ پیپر اچھا ہوا ہو گا تم پاس ہو جاؤ گے۔"

"تمہاری بھابی۔ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم نہ صرف پاس بلکہ فسٹ آؤ گے۔ باقی سب پیچھے رہ

جائیں گے۔"

یہ رات شائزہ کے پورے گھر پر بہت بھاری تھی۔ حالانکہ لوگوں کے لیے اتنے رشتے خوشی کا باعث ہوتے ہیں وہ اس پر ناز کرتے ہیں لیکن شائزہ کا گھرانہ منفرد تھا ان کے لیے لوگوں کا دل توڑنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ پھر آریز کا رشتہ آنا تو انہیں بہت معیوب لگا تھا۔ خود شائزہ آریز کے رشتے کی وجہ سے پریشان تھی۔ حالانکہ یہ کوئی گناہ نہیں تھا کوئی ایسی بھی بڑی بات نہ تھی لیکن ان کی اقدار کے خلاف تھا۔ اب جبکہ انہوں نے آریز کے رشتے آنے کو کسی نہ کسی طرح ہضم کر لیا تھا سوال یہاں یہ پیدا ہو رہا تھا کہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

رات میں احمد صاحب بستر پر لیٹے ہوئے تھے سوچ رہے تھے صباء بیگم بیٹھی دیکھ رہی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہیں۔ کس کے حق آپ نے فیصلہ کیا ہے؟"

"خدا نے مجھے منصب بنایا ہے تو میں نے سوچا تھا کہ میں انصاف سے فیصلہ کروں گا۔ لیکن خدا نے مجھے مشکل میں ڈالے بغیر ہی فیصلہ کر دیا۔ جب میں گھر پانچوں کے ساتھ پہنچا تھا تو سچ پوچھو تو بہت پریشان تھا۔ گھر آتے ہی خدا نے مجھ پر سب واضح کر دیا۔ اور فیصلہ کر دیا۔"

"سمجھ تو مجھے بھی آگئی ہے لیکن آپ سے سننا چاہتی ہوں، ان کہے بیچ میں دل کو اپنی خواہش پوری ہونے کی آرزو ہوتی ہے۔ مگر سب سننے کے بعد دِل کی تسلی ہو جاتی ہے۔"

"شائزہ کی شادی آریز سے ہوگی۔ وہ اس کے نصیب میں لکھا ہے۔ اس کے پیچھے کیا حکمت ہے۔ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ میں نے سوچا تھا کہ آریز کو رشتہ نہیں دوں گا۔ تم نے دیکھا نہیں جو کچھ ہوا۔"

"میں بھی اس وقت ڈر گئی تھی۔ نظر تو مجھے بھی آ گیا تھا۔"

"کہا نا! تسلی بھی کرنی ہوتی ہے۔ میں بھی اس وقت سے خود کو تسلی دے رہا ہوں۔ بادل نخواستہ اس کو قبول کر رہا ہوں۔ لیکن بیگم ایک بات اس میں بہت منفرد ہے شائزہ سے تھپڑ کھانے کے باوجود پرسکون تھا۔ اس کے ماتھے پر ایک بل بھی نہ تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ ہوا بھی نہ ہو۔"

"مگر احمد صاحب ہمارا تو پورا گھر ڈر گیا تھا۔"

"شائزہ کیسی ہے فیز سے باہر آئی یا نہیں۔"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

"تم اس کو دیکھو اور سمجھاؤ۔ اس کو بتاؤ یہ ہی نصیب ہیں۔ ان کو کھلے دل سے قبول کرے۔"

"کیسے سمجھاؤں۔ وہ اس موضوع پر بات ہی نہیں کرنا چاہتی۔ دوسرا اس کی حالت دیکھ کر میرا بھی دل نہیں چاہتا۔"

اٹھ کر صباء بیگم جانے لگی تو احمد صاحب۔

"سنو! صبح دونوں لڑکوں کو ایک ایک سوٹ دے کر اچھے طریقے سے رخصت کرنا۔"

"سمجھ گئی یعنی ان کے گھر والے سوٹ دیکھ کر سمجھ جائیں کہ انکار ہے اور کوئی سوال جواب نہ کریں۔ آپ نے اچھا طریقہ بتایا ہے ورنہ میں پریشان ہو رہی تھی ان کو جواب کیسے دوں گی۔ کیا کیا بہانے بنانے پڑیں گے۔"

"بیگم جواب کپڑوں میں لپیٹ کر دو گی تو کسی کو بھی برا نہیں لگے گا۔ ان کی عزت بھی رہ جائے گی اور ہماری بھی۔ ان کو بھی لگے گا رشتہ ختم نہیں ہوا۔ ہم اب بھی ایک دوسرے سے ملیں گے۔"

"یعنی محبت آئندہ کے لیے بھی ایک دوسرے کے لیے راستے کھول دے گی۔ ویسے بڑی میٹھی چیز ہے محبت۔ آج مجھے آپ پر بھی غصہ نہیں آ رہا۔ آپ نے مجھ پر بھی محبت کی چھری استعمال کی ہے۔"

تب سے شائزہ آنکھیں بند کیے بستر پر لیٹی رو رہی تھی۔ جیسے ہی سبین پاس آ کر بیٹھی تو فوراً سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ چہرے پر وحشت اور لہجے میں بے یقینی سے۔

"میں آریز سے شادی نہیں کروں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

"تم پریشان نہ ہو۔ بابا ایسا نہیں کریں گے۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو نا۔ مجھے تسلی تو نہیں دے رہی ہو۔"

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سبین۔

"کہا نا! ایسا کچھ نہیں ہوگا۔"

وہ بول رہی تھی اور سبین سن رہی تھی۔ شائزہ کا لہجہ اور گفتگو کا انداز بتا رہا تھا جیسے اس کو بھی اندر سے پتہ چل گیا تھا۔ اس کو آریز سے شادی کرنی پڑے گی۔ لیکن اس کے لیے یہ سب قبول کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح اٹھ کر غسل خانے گئی منہ ہاتھ دھونے کے بعد واپس آ کر پھر سبین سے وہی باتیں کرنے لگی جیسے خود کو تسلی دے رہی ہو کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا جو اس کا دل کہہ رہا ہے۔

''نہیں...... ہوگا...... نا سبین آپی......''

''کہا نا! نہیں پھر بار بار کیوں پوچھ رہے ہو۔''

دل پر ہاتھ مار کر ''یہ نہیں مان رہا۔ کہتا ہے تم مجھے تسلی دے رہی ہو۔ حالانکہ تمہیں بھی پتہ ہے۔ ایسا ہوگا۔''

ساتھ ساتھ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہ آنسو وہ باپ کے مان ٹوٹنے پر بہہ رہی تھی۔ کیونکہ وہ سبین کی طرح ایک اچھی بیٹی بننا چاہتی تھی۔ کیونکہ باپ نے ان کے لیے سب کچھ کیا تھا جس کے خلاف پورا زمانہ تھا۔

اگر پاگل شائزہ ہوئی تھی تو پریشان آریز بھی تھا۔ اس کے رویے نے اس کو ہلا دیا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا وہ اس کے رشتے کو قبول نہیں کرے گی۔ اس لیے وہ ڈرا ہوا تھا۔ اس کو بے چینی لگی ہوئی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا یہ رات ختم نہ ہو۔ کیونکہ اس رات میں اُمید تو ہے جو اس کے ختم ہوتے ہی ختم ہو جائے گی۔ اس نے دریا میں چھلانگ تو لگا دی تھی ہاتھ پاؤں بھی بہت مارے تھے۔ اسی ہاتھ پاؤں کا نتیجہ شائزہ کے تھپڑ تھے۔ جو اس کو ہارنے کا احساس دلا رہے تھے۔ وہ پچھلے دو گھنٹے سے ٹہل رہا تھا۔ لیکن سوچوں میں گم ہونے کی وجہ سے اس کو تھکن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ حالانکہ اس نے دن بھر بھی بہت کام کیا تھا اتنا کام اس نے زندگی بھر نہیں کیا تھا۔

ہمیشہ سے دل و دماغ جسم پر بھاری ہوتے ہیں۔ اگر دماغ کہیں اور ہے لیکن جسم پر آریاں بھی چل جائے تو پتہ کہاں چلتا ہے۔ جسم تو تھکن سے چور تھا لیکن دل و دماغ شائزہ میں کھوئے تھے تو وہ مزید مشقت کر رہا تھا لیکن اس کو کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ اس کو فکر تھی تو صرف شائزہ کی اور اس کے الفاظ کی جو اس کو

چبھ رہے تھے۔ اس کو پتہ تھا کہ اس کا باپ اس کی مرضی کے خلاف نہیں جائے گا۔ وہ ان کے لیے ہر چیز سے لڑ جاتا ہے۔ وہ کوئی عام باپ نہیں۔ اس نے پورے خاندان سے لڑ کر بیٹیوں کو پڑھایا ہے ان کے شوق پورے کیے ہیں۔ لہٰذا اس رات کے بعد اس کے پاس لڑنے کی بھی کوئی جگہ نہیں بس جنگ آج کے دن کے ساتھ ہی ختم ہو گئی تھی۔ اس لیے اس نے بھی آخری وار تک کر دیا تھا تا کہ کوئی حسرت نہ رہے، خود سے۔

''تم یہ کیوں نہیں سوچتے کاش! تم اس سے نہ ملے ہوتے کتنی اچھی زندگی تھی تمہاری عیش ہی عیش تھی نہ کوئی سوچ نہ کوئی مسئلہ۔''

پھر خود کو ہی جواب دیتے ہوئے ''اس سے مل کر ہی انسان بنا ہوں ورنہ کچھ نہ تھا۔ اچھا ہوا میں اس سے ملا۔ جب خود سے لڑتا ہوں تو اپنے وجود کے ہونے کا احساس ہوتا ہے جو ایک خوبصورت احساس ہے۔ دنیا میں آنا اور چلے جانا۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ اب تو جی اٹھا ہوں۔''

اس کو لان میں ٹہلتے دیکھ کر کمال صاحب بھی اس کے پاس آ گئے تھے۔ اس کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے۔

''کیا ہوا ہے؟ مجھے صاف صاف بتاؤ۔''

''بابا......وہ......''

''بیٹا جی! بابا اور وہ کے آگے کیا ہوا ہے؟''

''بتا رہا ہوں۔ بابا! جب ہم فارم ہاؤس سے آئے تو ہم لاؤنج میں بیٹھے تھے کہ شائزہ کچن کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے اس کو دیکھ لیا تھا تو میں اس کے سامنے چلا گیا۔''

''تو پھر کیا ہوا؟''

سانس لیتے ہوئے آریز ''بتا تو رہا ہوں۔ اس نے مجھے تھپڑ مارے اور بہت کچھ کہا۔ وہ مجھ سے شادی نہیں کرے گی۔ مختصر یہ ہے۔''

''وہ اکیلی تھی؟''

''پہلے تو مجھے لگا تھا اکیلی ہی ہے لیکن جب میں نے مڑ کر دیکھا تو انکل، آنٹی اور آپی بین سب

دیکھ رہے تھے۔''

''اب بھی اس سے شادی کرنا چاہو گے۔''

''بابا! وہ مجھے جان سے ماردے تو بھی اس کو اپنا بنانا چاہوں گا۔''

''تھپڑ کا بدلہ لینے کے لیے۔''

''نہیں بابا، ایسا کبھی سوچئے گا بھی نہیں۔ محبت کرتا ہوں۔ اس سے وہ بھی دل کی گہرائیوں سے۔''

اپنے ہی بیٹے کا کون امتحان لیتا ہے۔ مطلب آپ جیسے ہوتے ہیں ویسے ہی لوگ آپ کو ملتے ہیں۔ کمال صاحب بھی آریز کا امتحان لے رہے تھے اگر احمد صاحب کمال تھے تو کمال صاحب بھی۔ کچھ دیر خاموش کمال صاحب آریز کو دیکھتے رہے پھر بولے۔

''چلو پھر قدرت نے تمہارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ تمہاری لگن کی وجہ سے۔ خدائیت دیکھتا ہے۔''

حیرت سے آریز ''کیسے بابا۔''

''کل پتہ چل جائے گا۔''

خوشی سے آریز ''بابا! آپ سچ کہہ رہے ہیں۔''

سر ہلاتے ہوئے کمال صاحب ''جی سچ۔''

مسکرا کر ''تو پھر بابا کل صبح اٹھ کر جلدی فون کر لیجئے گا۔ اور مجھے آ کر کمرے میں بتا دیجئے گا۔ میں تب تک کمرے سے نہیں نکلتا۔''

اسے اپنے باپ پر یقین تھا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ سچ ہوگا۔ وہ کوئی عام باپ نہیں تھا وہ باپ تھا جو صحیح اور غلط کی بنا پر بات کرتے ہیں۔ اور نتائج آپ کی کی گئی پیشن گوئی کے مطابق جواب آتا ہے تو لوگس کا آپ پر ایمان بندھ جاتا ہے۔ پھر آپ کچھ بھی کہو تو سب آنکھیں بند کر کے یقین کرتے ہیں۔ یعنی سچ ہمیشہ سچ ہی رہتا ہے کچھ بھی ہو جائے۔

وہ جو آریز اتنا بے چین تھا باپ کی بات سن کر بے فکر ہو کر سو گیا تھا۔ اس کے لیے جو رات مشکل تھی وہ آسان ہو گئی تھی بیٹے کی بات سن کر کمال صاحب بھی پرسکون ہو گئے تھے۔ ان کو پتہ لگ گیا تھا

فیصلہ کیا ہونے والا ہے۔ آگے وہ اس فیصلے کے نتائج کے لیے فکر مند تھے کہ وہ کیا ہوں گے۔

☆......☆......☆

وقت اچھا ہو یا برا گزر ہی جاتا ہے سب نے رات گزار ہی لی تھی۔ دن کچھ لوگوں کے لیے خوشخبری لایا تھا اور کچھ کے لیے بری خبر۔ یہ ہے کوئی بات ایک کے لیے ایک اچھی ہے تو دوسرے کے لیے بری۔ ایک کے لیے خوشی تو دوسرے کے لیے غمی کا باعث ہے۔ سب کو ایک ہی وقت میں خوشی کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے ایک وقت میں ایک ہی فریق خوش ہو سکتا ہے۔ جس پر قسمت مہربان ہو۔

چونکہ کمال صاحب آخر کو باپ تھے وہ بھی چاہتے تھے بیٹا خوش ہو۔ اس لیے صبح سات بجے ہی فون لگا دیا۔ رسمی دعا سلام کے بعد اپنے مدعے پر آ گئے۔

''جناب! آپ نہیں جانتے رات کیسے گزاری ہے۔ ہم بے تاب ہیں۔ جلدی سے فیصلہ سنا دیں۔ مزید سولی پر لٹکا نہیں جا رہا۔ آر کر دیں یا پار۔''

''ہمیں آریز کا رشتہ منظور ہے۔''

''تو پھر ہم کب باقاعدہ رشتہ لے کر آئیں۔''

''اتوار کو تشریف لے آئیں۔''

''شکریہ...... بہت شکریہ...... خدا حافظ......''

ہر کوئی اولاد کی خوشی میں میں خوش ہوتا ہے کمال صاحب بھی خوش تھے۔ اوپر سے انہیں آریز سے پیار بھی بہت تھا۔ وہ یہ خوشی کی خبر خود سنانا چاہتے تھے آریز کی بھی یہی خواہش تھی۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔ فون بند کر کے سیدھے آریز کے کمرے میں چلے گئے۔

پہلے پیار سے اس کے کمبل کو ہٹایا۔ لیکن وہ نہیں اٹھا۔ پھر تھوڑی دیر پیار سے دیکھا۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ آخر کار

''اٹھو بیٹا، احمد صاحب مان گئے ہیں۔''

جھٹ سے آریز اٹھ کر ''کیا سچ؟''

"جی میرے شہزادے۔ سچ میں۔"

وہ بھاگ کر بستر سے اترا اور باپ کے گلے لگ گیا۔ زور سے باپ سے ملنے لگا۔ کمال نے بھی اس کو زور سے دونوں بازوؤں میں دبایا اور پیار کیا۔ محبت کا جواب محبت سے دیا۔ رویہ سے سمجھایا کہ وہ اس کی خوشی میں خوش ہے۔

"بابا! ماما کو بتایا۔"

"نہیں۔ فون کرنے کے بعد پہلے میں تمہارے ہی پاس آیا ہوں۔ مجھے پتہ تھا تم خبر سنے بغیر باہر نہیں نکلو گے۔"

"شکریہ! بابا آپ نے سچ کہا تھا وہ میری ہے۔"

حزن وملال کے تاثرات سے کمال صاحب "جی بیٹا۔"

وہ بھاگا ماں کے پاس چلا گیا تھا لیکن کمال صاحب وہاں پر ہی کھڑے تھے جیسے ان کو لگ رہا تھا کہ آگے بڑا امتحان ہونے والا ہے۔ بعض اوقات جو انسان کو نظر آ رہا ہوتا ہے وہ وہ کہہ نہیں پاتا کیونکہ اس سے دلوں کے لوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے دل بھی تو پیاروں کے ہوتے ہیں وہ ان کو کیسے توڑ سکتا ہے لہٰذا اس کو خاموش ہی رہنا پڑتا۔ یعنی اک چپ اور سو سکھ۔

سارے گھر میں شور مچ گیا تھا۔ آریز کے تو پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ کلثوم بیگم آریز کو گلے لگا کر پیار کر رہی تھی۔ کنول اور عمر سب اکٹھے تھے۔ ماں سے فارغ ہو کر بھائی کے گلے لگا۔ کنول نے بھی اس کے کندھے پر تھپتھپا کر مبارک باد دی۔ اسی دوران کمال صاحب بھی وہاں آ گئے تھے۔

"بیگم! تیاری کر لو اتوار کو جانا ہے۔"

"جناب! میں تو بالکل تیار ہوں۔ آپ حکم کریں تو ابھی چل پڑوں۔"

"ہمارا نہیں حکم احمد صاحب کا چلتا ہے انہوں نے اتوار کا وقت دیا ہے۔ میرا بھی خیال ہے یہی بہتر ہے۔"

"جی کمال صاحب! انہوں نے بھی تیار ہونا ہے۔"

''احمد صاحب کی آواز سے لگ رہا تھا بے بس ہو کر انہوں نے رشتہ قبول کیا ہے۔''

''بابا! ہم اس میں ہی خوش ہیں کہ انہوں نے آریز کو پسند کیا۔ دیکھا نہیں کتنا خوش ہے۔''

''چلو! ہم بھی اتوار تک تیاری کر لیں گے۔ میری بیٹی کنول بھی بھائی کے سارے ارمان پورے کر لے گی۔''

''انکل! میں تو بہت خوش ہوں سب کچھ کروں گی۔''

سب بیٹھ ناشتہ کر رہے تھے تو احمد صاحب۔

''میں نے کمال صاحب کی فیملی کو اتوار کا وقت دیا ہے تم سب تیاریاں کر لینا۔''

یہ الفاظ سننے تھے کہ شائزہ کا لقمہ وہی پر ہی اٹک گیا۔ ساکن سی ہو گئی۔ پاس بیٹھی سبین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔ لیکن اس نے کوئی ردِ عمل کا اظہار ہی نہیں کیا۔ اسے لگا سب ختم ہو گیا ہے۔

''ٹھیک ہے میں تیاریاں کر لوں گی۔ بس آپ بتا دیں کیا کیا بنواؤں۔''

''جو تمہیں اچھا لگے۔''

اس اعلان سے کوئی بھی دل سے خوش نہ تھا ہر کوئی رسم پوری کر رہا تھا۔ احمد صاحب نے بھی رسمی سا ناشتہ کیا اور چلے گئے۔ سبین شائزہ کو کمرے میں لے گئی۔ کمرے میں جاتے ہی شائزہ۔

''تم نے تو کہا تھا۔ بابا میرے حق میں فیصلہ کریں گے۔ لیکن یہ کیا ہوا ہے؟ مطلب بابا مجھ سے بد دِل ہو گئے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں۔ بابا نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کیا ہو گا۔ وہ تمہارا بھلا ہی چاہتے ہیں۔''

''مجھے ان کی محبت پر شک نہیں۔ لیکن انہوں نے دل سے نہیں وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فیصلہ کیا ہے۔''

''وہ تو ہے اور کیا کرتے۔ تم بھی وقت کے ساتھ کمپرومائز کرو۔''

''تمہیں میرے رویے سے نہیں لگ رہا کمپرومائز ہی کر رہی ہوں۔''

سمجھوتہ تو اس نے کر لیا تھا لیکن ذہنی طور پر قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے تو آنسو ختم

ہو گئے تھے لیکن اس کی روح رو رہی تھی۔ وہ بھی خون کے آنسو۔ کیونکہ وہ اپنے باپ سے بہت محبت کرتی تھی۔ وہ باپ کا مان سننا چاہتی تھی۔ لیکن اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کا باپ ٹوٹ گیا ہے۔ وہ بھی اس کی وجہ سے، وہ پاگلوں کی طرح منہ میں ناخن کھائے جا رہی تھی۔ چہرے تاثرات بھی ساکن تھے بہن کی یہ حالت دیکھ کر بیبن نے اسے گلے لگایا اور پیار کیا۔

☆......☆......☆

اتوار کا دن تو پلک جھپکتے ہی آ گیا تھا آریز کے گھر والے شائزہ کے گھر آئے ہوئے تھے وہ سب خوش تھے لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ لیکن شائزہ کے گھر والوں کے چہرے اور رویے سرد تھے۔ کمال صاحب۔

"جناب! ہم منگنی کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتے۔ آپ ہمیں اگلے اتوار کو بارات لانے کی اجازت دے دیں۔"

"لیکن ہم نے بھی تو تیاریاں کرنی ہیں۔"

"جناب! آپ سے درخواست ہے ہمیں جہیز نہیں چاہیے اگر آپ خرید بھی لیں گے تو آپ کے ہی گھر پڑا رہے گا۔ ہم نہیں لے کر جائیں گے۔ اگر آپ نے بھیجا تو ہم واپس بھیج دیں گے۔"

یہ سب کمال صاحب نے اس لیے کہا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ زبردستی کریں گے وہ ان کو باور کروانا چاہتے تھے کہ ان کو صرف شائزہ کی ضرورت ہے چیزوں کی نہیں۔

ان کے اسرار پر احمد صاحب "جی ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔ اگلے اتوار کو بارات لے آئیں۔"

"بھابی بسم اللہ کریں اور سب کا منہ میٹھا کروائیں۔ خدا دونوں کو خوش رکھے اور ان کی زندگی خوشیوں سے بھر دے۔"

"جی بھائی صاحب! کرواتی ہوں۔"

آہستہ سے کنول نے کلثوم بیگم سے شائزہ کو بلانے کے لیے کہا تو۔ "کیوں نہیں۔ ابھی شائزہ کو بلاتے ہیں۔ بھابی شائزہ کو بھی بلائیں۔"

''جاؤ سبین شائزہ کو لے کر آؤ۔''

وہ چپ چاپ اٹھ کر چلی گئی۔ صباء بیگم نے سب باری باری مٹھائی دی۔ تھوڑی دیر میں شائزہ اور سبین آگئیں۔ کلثوم بیگم نے شائزہ کو اپنے پاس بٹھالیا۔ سب سے پہلے کمال صاحب نے اٹھ کر شائزہ کو مٹھائی کھلائی، سلامی دی اور سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ پھر کلثوم بیگم نے مٹھائی کھلائی اور سلامی دی۔ اس کے بعد عمر نے اور پھر کنول نے۔ وہ بت بنی بیٹھی تھی جس کے چہرے پر کوئی تاثرات نہ تھے۔ لاؤنج کا ماحول خوش نہیں بلکہ اداس لگ رہا تھا۔ جس کو وہاں بیٹھا ہر بندہ محسوس کر رہا تھا لیکن بول نہیں رہا تھا۔ احمد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کمال صاحب ''آپ نے ہم پر اعتماد کیا ہے ہم آپ کو محسوس نہیں کریں گے۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔''

''جو خدا نے چاہا تو وہ ہی ہوتا ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے خدا کرے آگے بھی سب بہتر سے بہتر ہی ہو۔''

سب کو چائے پیش کی سب نے چائے پی تو کمال صاحب نے اجازت چاہی۔ احمد صاحب اور صباء بیگم نے ان اچھے طریقے سے رخصت کیا۔ راستے میں عمر ''احمد صاحب کی فیملی کا رویہ سرد تھا وہ لوگ خوش نہیں لگ رہے تھے۔ پھر انہوں نے ہاں کیسے کر دی۔ حالانکہ ان کے پاس رشتے بھی تھے۔''

اصل کو گول کرتے ہوئے کمال صاحب۔

''فیصلہ ان سے نصیبوں نے کروایا ہے ورنہ وہ تو اپنی بیٹی اس کے شاگرد کو دینے کو تیار کہاں تھے۔ ان کی انا کو ٹھیس پہنچی ہے وہ تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔''

''کس بات نے ان کو مجبور کیا ہو گا لگتا ہے کسی نے کوئی بات کہہ دی ہو گی۔''

''انہوں نے تو اگلے دن ہی انکار کر دیا تھا جب میں اور تمہاری ماں بات کرنے لگے تھے وہ تو میرے مجبور کرنے پر انہوں نے ٹیسٹ میں آریز کو شامل کیا تھا ورنہ وہ نہیں مان رہے تھے۔''

دل میں سوچ کر ''کیا بتاؤں آریز نے کیا کیا تھا شائزہ سے تھپڑ کھا کر آیا تھا اگر بتا دوں کو آریز کی عزت بھائی اور بھابی کی نظر میں ختم ہو جائے گی۔''

پاس سے کنول ''تم اس بات پر خوش ہو جاؤ کہ تمہارا بھائی خوش ہے۔ پتہ نہیں شادی والے دن

اس کا کیا حال ہوگا۔"

ماں اپنی ممتا سے مجبور ہو کر" خدا میرے بیٹے کی خوشیوں کو نظر بد سے بچائے۔ وہ ہمیشہ خوش رہے۔"

ان کے جاتے ہی شائزہ کمرے میں جا کر خوب روئی پھر روتے روتے سو گئی۔ سبین اس کے پاس بیٹھی تھی لیکن کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔ جیسے اس کے پاس بھی الفاظ ختم ہو گئے تھے کہ وہ بہن کو کیا تسلی دے اور کیا نہ۔

جب وہ گھر پہنچے تو آریز لاؤنج میں بیٹھا تھا اس کو دیکھ کر کنول۔

"داد دینی پڑے گی جناب کے انتخاب کو۔ لگتا ہے پری زمین پر اتری ہے۔ اُسے دیکھ کر تو بڑے بڑے رک جائیں۔"

اندر سے تو بہت خوش ہوا آریز لیکن شرم سے منہ نیچے کر لیا۔

فٹ سے کلثوم بیگم "شائزہ کے آنے سے میرے بیٹے کی زندگی روشن ہو جائے گی۔"

"تو ماما اب آریز سے ملنے کے لیے opointment لینی پڑے گی جناب پری کے سحر سے نکلیں گے تو بات ہو گی۔"

اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر کمال صاحب "سدا خوش رہو۔"

سب کی باتیں سن کر آریز نیچے منہ کر کے شرما رہا تھا جب سب باتوں میں لگ گئے تو کنول سے کمرے میں آنے کے لیے کہا۔ وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر آریز کے کمرے میں چلے گئے آریز۔

"بھابھی! شائزہ کیسی لگ رہی تھی۔"

"لگتا تھا منہ بھی صبح سے نہیں دھویا بالکل سادہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ سچ کہو تو اس کو دیکھ کر بڑے بڑے دل ہار جائیں تم کیا چیز ہو۔ تم تو روز روز اس کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتے ہو گے۔"

"تب ایسا سوچا نہیں تھا۔ سوچ تو آخری دن جب اس سے پیپر کے بعد ملنے گیا تھا تب بدلی یا

پھر تب شعوری طور پر سوچا۔ وہ سکاف پہنتی تھی اور پوری جلاد تھی۔''

''تمہارے علاوہ کوئی دوسرا بھی ایسا سوچتا ہے تمہیں تو سب پتہ ہوگا۔''

''نہیں بھابھی کسی کی جرأت نہیں ہے کہانا جلاد تھی۔''

''تم کیوں نہیں ڈرے اس جلاد سے۔''

''کہانا آخری دن وہ بچوں کے ساتھ سکاف اُتارے کھیل رہی تھی۔ بس اس کے حسن کو دیکھ کر آگ میں چھلانگ لگانے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ بھی پتہ تھا مشکل ہی نہیں سب ناممکن ہے۔''

''آج میں بھی جان گئی ہوں جو اس کو ایک مرتبہ دیکھ لے اس کو دوبارہ دیکھنے کی حسرت کرے گا۔''

''اس نے آپ سے کوئی بات کی۔''

''نہیں۔ بالکل نہیں۔ بلکہ بت بنی بیٹھی تھی۔ لیکن سب باتوں کے باوجود پری ہی لگ رہی تھی۔''

''یہ تو بتاؤ۔ کب بات کرنے، یا فون کرنے، یا دیکھنے کی کوشش کی۔''

''بھابھی بہت دل چاہتا تھا لیکن ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ میں اس کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اگر کبھی بات کرلیتا تو رشتہ نہ مانگ پاتا۔ لیکن ہر روز اس کو یاد کیا ہے۔''

''چلو! اب تمہاری خواہش پوری ہوجائے گی۔''

''اب تو میں اس کو سامنے بٹھا کر دیکھوں گا اپنے پاس سے ہلنے نہیں دوں گا۔''

''بڑے بے شرم ہوگئے ہو۔ میں چلتی ہوں۔''

رات کو کھانے کی میز پر احمد صاحب۔

''شائزہ کو بلاؤ کھانا کھالے۔''

''بابا! وہ سوگئی ہے۔''

بیٹی کا جواب سن کر احمد صاحب خود سے ہی ''کیا وہ سوپائی ہوگی۔ کھانے سے کیا ناراضی ہے۔''

شوہر کا دھیان بٹانے کے لیے صباء بیگم ''سونے دو''

بڑے معصومیت کے ساتھ الیان۔

''بابا! شائزہ آپی رو رہی تھی؟''

اس کا مختصر سا جواب دیتے ہوئے صباء بیگم۔

''اس کی شادی ہو رہی ہے۔''

''بابا! شادی پر روتے ہیں۔''

بچوں کی تسلی نہیں ہوتی اگر جواب میں منطق نہ ہو۔ اوپر سے آج کل کے بچے جو ہر بات کا منطقی جواب چاہتے ہیں۔ صباء بیگم نے جان لیا تھا اب الیان کی سوالوں کی ٹرین شروع ہونے والی ہے۔ اس کو بند باندھنا ضروری ہے۔

''تم اپنے آپ پر توجہ دو۔ شائزہ کی شادی کو چھوڑو۔''

''ماما! چھوڑ کیسے سکتا ہوں۔ مجھے بھی تیاری کرنی ہے۔'' اب اس کی توجہ رونے سے ہٹ کر تیاری پر آ گئی تھی۔

''ہم اس کی شادی چھوڑ کر آپ کی تیاری پر توجہ دیتے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ جو جو آپ نے کرنا ہو کر لینا۔''

''اوکے بابا۔''

''بیگم! آپ نے جو شاپنگ کرنی ہے اسین کے ساتھ کر لینا۔ میرا خیال ہے آپ کل سے ہی شروع کر دیں۔ دن ویسے بھی کم ہیں۔ میں ہال کی بکنگ کروا لوں گا۔''

''گھر پر اگر آپ ارینج منٹ کروا لیتے تو اچھا تھا۔''

''یہ بھی آئیڈیا اچھا ہے۔ گھر پر ہی ارینج منٹ ہو جائے گی۔''

☆......☆......☆

کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے کا انحصار دل پر ہوتا ہے کمال صاحب کے ہاں شادی کی تیاریاں بڑے جوش و خروش سے ہو رہی تھیں۔ کیونکہ آریز کا دل خوش تھا، وہ ہر فنکشن کے لیے پر جوش تھا۔ ان کا گھر شادی کا گھر کب لگ رہا تھا۔ شائزہ کے گھر میں سرد ماحول تھا سب رسم پوری کر رہے

تھے۔ جیسے جان تو نکل چکی ہے صرف روح باقی ہے۔ وہ بھی ادھوری، شائزہ کو کسی چیز میں دلچسپی نہ تھی۔

شاپنگ کی باری آتی ہے تو سب چاہ رہے تھے شائزہ کو ساتھ لے کر جائیں۔ کلثوم بیگم نے بڑے جوش میں آ کر فون لگا دیا۔ رسمی سلام دعا کے بعد کلثوم بیگم۔

''اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو ہم شائزہ کو شاپنگ پر ساتھ لے جائیں، اس کی پسند کی چیزیں ہو جائیں گی۔''

''میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ آپ کو شائزہ سے بات کر کے بتاتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے آپ بات کر کے بتا دیں۔''

پاس بیٹھی سبین سے صباء بیگم نے شائزہ سے پوچھنے کے لیے کہا۔ تو وہ بولی ''ماما! آپ کو تو پتہ ہے وہ نہیں جائے گی۔''

''مگر تم پھر بھی پوچھ لو۔ انہوں نے بڑے اچھے انداز میں کہا ہے۔ مجھے بھی نہیں کہنا اچھا نہیں لگ رہا۔''

''جی ماما۔ میں فارمیلٹی پوری کر آتی ہوں۔''

اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا پھر بھی ماں کے اصرار کرنے پر اس کے کمرے میں گئی۔

''شائزہ! آنٹی کلثوم کا فون آیا ہے وہ تمہیں شاپنگ پر لے جانا چاہتی ہیں۔''

''مجھے نہیں جانا ان کو منع کر دو۔''

صرف اس کو تیار کرنے کے لیے سبین۔

''لڑکیاں تو خوشی سے جاتی ہیں۔''

''ان کی شادیاں ایسی نہیں ہوتیں۔ اس قسم کی شادی میں لڑکیاں روتی نہیں۔ تم نے دیکھا نہیں وہ کام میں کتنے اچھے طریقے سے کر رہی ہوں۔ بغیر آواز کے رو رہی ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ تکلیف اندر تک محسوس ہوتی ہے۔ لگتا ہے میرے اندر سب ٹوٹ گیا ہے۔ صرف کرچیاں ہیں۔''

اس کے سوالوں کا سبین کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ صرف کھڑی اس کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ بھی اس کے درد کو محسوس کر رہی ہو۔ اس نے جا کر ماں کو بتا دیا تو صباء بیگم نے کلثوم بیگم کو فون لگایا۔

''شائزہ کہتی ہے آپ کا جو دل چاہتا ہے خرید لیں۔ مجھے سب پسند ہے۔ ویسے بھی آپ اس کی فکر نہ کریں، وہ سب پہن لیتی ہے۔ اس میں کوئی نخرا نہیں ہے۔''

جواب سن کر کلثوم بیگم مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔

''اچھا تھا اگر وہ چلی جاتی۔ آریز بھی ساتھ جا رہا تھا۔ جیسے شائزہ کی مرضی۔''

خود کو سنبھالتے ہوئے کلثوم بیگم۔

''کوئی بات نہیں۔ شائزہ کی خوشی ہم سب کی خوشی ہے۔''

فون بند کر کے کلثوم بیگم۔

''شائزہ نے شاپنگ پر جانے سے انکار کر دیا ہے۔''

اس کا انکار سب کے لیے ناگوار تھا لیکن صوفے پر لیٹا آریز اس سے یہی توقع کر رہا تھا خود سے ''مجھے پتہ تھا وہ انکار کر دے گی۔''

البتہ وہ آہستہ بولا تھا مگر کنول نے سن لیا تھا۔ اُسے دیکھتے ہوئے ''کیا کہا؟''

''نہیں بھابی۔ کچھ نہیں ویسے ہی۔''

بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے کمال صاحب۔

''چلو کوئی بات نہیں۔ آپ لوگ خود ہی خرید لو۔''

چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کلثوم بیگم۔

''آپ نے ٹھیک کہا۔ ہم اس کے لیے بہت اچھی شاپنگ کریں گے جو اس کو بہت پسند آئے گی۔''

انگور کھٹے ہوں تو انسان اسی طرح خود کو خوش کرتا ہے۔

''بابا! میں اپنے کمرے کو پھولوں سے سجاؤں گا۔''

''جیسے تمہاری مرضی بیٹا۔'' اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کمال صاحب ''دل کی خوشی کانٹوں کے ساتھ بھی مل رہی ہو تب بھی انسان تمہاری طرح خوش ہوتا ہے۔ صحیح کہتے ہیں پھول تو کانٹوں کے ساتھ بھی اچھے لگتے ہیں۔ بیٹا جی! یہ بھی یاد رکھنا کانٹوں کے بغیر پھول ہوتے بھی نہیں۔ جیسے دن کے بغیر

رات نہیں ہوتی یعنی یہ ایک دوسرے کا حصہ ہیں۔"

باپ کی بات آریز کو سمجھ تو نہیں آئی تھی لیکن وہ خاموش رہا۔ جیسے سب سمجھ رہا ہو۔ باپ کو بھی لگ رہا تھا اس کو بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔ لیکن وہ بھی اپنا فرض پورا کر رہا تھا۔ سب شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے لیکن آریز کے لیے کمرہ اہم تھا۔ وہ اس کو سجانے میں مصروف تھا۔ اس کے لیے اس نے تقریباً دس لوگوں میں سے ایک کا انتخاب کیا۔ انٹیریئر ڈیزائنر کے کام میں دس مرتبہ تبدیلی کروا چکا تھا۔ وہ ایک ڈیزائن سے آدھے کمرے کو سجا چکا تھا۔ آریز اس کو بھی تبدیل کرنے کے کہہ دیتا۔ وہ دوبارہ سے کام شروع کر دیتا تھا پھر وہ کام کرتا پھر آریز اس میں تبدیلی کرواتا یوں شادی سے ایک دن پہلے تک کمرہ ہی تیار نہیں ہوا تھا۔ اس کو صرف کمرے کی فکر تھی حالانکہ لوگوں کو شادی کے دن کے کپڑوں کی فکر ہوتی ہے۔ صبح بارات تھی لیکن آج بھی وہ کمرے کو سجانے میں مصروف تھا۔

تنگ آ کر کمال صاحب "عمر بیٹا! آج آریز کو لے جاؤ اور اس کے لیے کپڑے بھی لے آؤ۔ ورنہ یہ تو ان ہی کپڑوں میں بارات لے جائے گا۔ اس کو تو ہوش بھی نہیں کہ اس نے کیا پہننا ہے۔ مجھے تو لگ رہا ہے کمرے کی شادی ہے۔"

"جی بابا! اس کو لے کر جاتا ہوں۔"

پاس بیٹھی کنول اور کلثوم جو کپڑے سیٹ کر رہی تھیں ان کو دیکھ کر "تم لوگوں کی شاپنگ ہو گئی یا نہیں۔"

"کمال صاحب! سب ہو گیا بس زیورات آج مل جائیں گے۔"

"یعنی ابھی اہم کام باقی ہے آریز کے کمرے کی طرح۔"

جا کر عمر "آریز چلو! تمہارے کپڑے لے آتے ہیں۔ کیسی شیروانی لینی ہے کچھ decide کیا ہے۔"

"بھائی! آپ اپنی پسند کے لیے آؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔"

دیکھتے ہوئے عمر "وہ تو مجھے نظر آ رہا ہے لیکن کچھ پہن کر ہی جانا ہے یا پھر نہیں۔"

"میں نہیں جا سکتا۔ آپ جو بھی لائیں گے میں پہن لوں گا۔"

طنزیہ انداز میں عمر ''لگتا ہے کمرے کی شادی ہے اس کو سجاؤ یہ نا کہیں رہ جائے۔تمہاری خیر ہے میرے بھائی۔''

اس کی بات کو سنی ان سنی کرتے ہوئے ''آپ جو کچھ بھی کہیے بس مجھے تنگ نہ کریں۔ میں بہت مصروف ہوں کل شادی ہے۔''

''جیسے تمہاری مرضی۔ مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔''

گھر میں شور شرابا تھا ڈھولک بج رہی تھی۔مہندی کے لیے مہمان جمع تھے لیکن آریز کمرے میں مصروف تھا۔زبردستی عمر اس کو گھنٹے بھر کے لیے کر گیا۔وہ بھی وہ نہیں جا رہا تھا سب اس کو مہندی لگا رہے تھے۔لیکن وہ سوچ رہا تھا ''کہاں کہاں پھول لگنے ہیں صبح کتنے بجے تک پھول لگے تو تازہ رہیں گے۔ کمرہ پھولوں سے مہک کر کیسا لگے گا۔خوشبو کیسی ہو گی۔''

گھنٹے کے بعد پھر وہ کمرے میں چلا گیا۔ساری رات کمرے کی سجاوٹ میں لگ گئی۔فجر کی اذان شروع ہوئی تو کمرے کا کام ختم ہوا۔انٹیریئر ڈیزائنر اور اس کے ورکر نے سکون کا سانس لیا۔وہ بھی اس کی تبدیلیوں سے تنگ آگئے تھے۔ان کو رخصت کر کے وہ بھی وہاں پر صوفے پر ہی سو گیا تھا۔بار بار شائزہ کو دلہن بنے بیڈ پر بیٹھی سوچ رہا تھا پھر سوچتے سوچتے ہی سو گیا تھا۔

☆......☆......☆

شادی کا دن بھی آ گیا تھا وہ بارات لے کر بھی وقت پر پہنچ گئے تھے۔نکاح کے بعد شائزہ کو آریز کے ساتھ لا کر بٹھایا گیا۔اس کو ساتھ بیٹھے دیکھ کر آریز کی سانس نہیں مل رہی تھی وہ اس کے وجود کو محسوس کر رہا تھا۔لیکن وہ چپ چاپ بیٹھی تھی۔

دودھ پلائی کے لیے الیان، سبین اور اس کی کزن دودھ لائی تھیں۔اس پر سب نے آریز کو خوب تنگ کیا لیکن وہ ہار ماننے والا کہاں تھا وہ تو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والا تھا۔پہلے تو سبین گلاس اس کے پاس لے جا کر پیچھے ہٹا لیتی تھی۔جب اس نے پانچ چھ مرتبہ ایسا کیا تو آریز نے زبردستی پکڑ لیا۔وہ پینے لگا تو سبین۔

''یہ دودھ تم ایسے نہیں پی سکتے۔ پہلے اس کی قیمت دو۔ یہ مفت میں نہیں ملتا۔''

تڑک سے جواب دیتے ہوئے آریز۔

''مجھ سے زیادہ کس کو پتہ ہوگا کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ آپ بس قیمت بتائیں۔''

شرارت سے ایک کزن ''تم شائزہ کو ادھر آج کا دن چھوڑ جاؤ۔ کل ہم اس کو چھوڑ جائیں گے۔''

''قیمت پوچھی ہے دنیا لینے کو نہیں کہا۔ قیمت بتاؤ ورنہ مفت میں پی لوں گا۔''

دوسری ''سچ میں قیمت بتادوں۔ کہیں آپ کو زیادہ نہ لگے۔''

''سچ میں بتاؤ۔''

''تو وہ ہم دس لوگ ہیں تو دس لاکھ ٹھیک ہے۔''

''بس اتنی سی قیمت۔'' دس لاکھ نکال کر آریز نے اس کے ہاتھ میں تھما دیئے۔

وہ حیرت سے آریز کو دیکھ رہی تھی سبین نے جلدی سے پکڑ کر دور کھ کر باقی واپس کر دیئے۔

''رکھ لیں آپی۔''

''نہیں یہ تو مذاق تھا۔''

اس نے ابھی دودھ کا پائپ منہ میں رکھا تھا تو اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ پائپ بند ہے اس نے اس کو نکال کر سائیڈ پر رکھا اور دودھ پی لیا۔

''دلہا بھائی تو بڑے تیز ہیں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں۔''

دوسری کیسے ''دیکھا نہیں پائپ پہلے ہی اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیا۔''

''چلو! ہمیں کیا؟ جس سے شادی ہوئی ہے وہ ہی جانے۔''

رسموں کے بعد رخصتی کا وقت ہو گیا تھا۔ شائزہ خاندان کے افراد سے مل کر رو رہی تھی مگر جب باپ سے ملی تو بہت رونے لگی۔ جیسے وہ نہیں اس کا دل رو رہا تھا۔ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر کمال صاحب۔

''بیٹی مت روؤ۔ تم ایک باپ سے دوسرے باپ کے گھر جا رہی ہو۔ چپ ہو جاؤ۔'' آگے بڑھ

کر کلثوم بیگم اور کنول نے شائزہ کو پکڑا اور گاڑی میں بٹھایا۔ وہ گاڑی میں بیٹھی بھی رو رہی تھی۔ دوسری طرف اس کے گھر والے بھی رو رہے تھے۔ جو اس دور کے مطابق غیر معمولی بات تھی۔

دس منٹ کا تو راستہ تھا۔ گھر پہنچ کر کنول اور کلثوم شائزہ کو کمرے میں لے کر آئی تھیں۔ کیونکہ ان کو اس کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ وہ مہمان عورتوں کے اس کے کمرے میں جانے سے پہلے اس کو ٹھیک کرنا چاہتی تھیں۔ جیسے ہی دروازہ کھولا سارا کمرہ گلاب کے پھولوں سے مہک رہا تھا کمرے کے فرش پر پھول بچھے ہوئے تھے وہ خوشبو اتنی اچھی تھی کہ مردہ انسان بھی مہک اٹھے۔ انہوں نے شائزہ کو بیڈ پر بٹھایا، کلثوم بیگم۔

''تم اس کو دیکھو، اس کو سیٹ کرو، اس کے کپڑے بھی نکال دینا۔''

''جی آنٹی۔''

ابھی کلثوم بیگم کمرے سے نکلی ہی تھی کہ آریز کمرے میں آ گیا۔ شائزہ نے آریز کو غصے سے نظر اٹھا کر دیکھا مگر کنول۔

''تم باہر انتظار نہیں کر سکتے۔ ابھی تو دوسری عورتوں نے بھی دلہن کو دیکھنا ہے ان کے بعد تمہاری باری آئے گی۔ اب یہ تمہاری ہی ہے۔''

بیڈ پر شائزہ کے سامنے لیٹ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے ''انتظار نہیں ہو سکتا۔ آپ کو نہیں پتہ۔''

جواب کنول کو دے رہا تھا مگر ساکن بنا شائزہ کو دیکھ رہا تھا اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں زور سے پکڑے ہوئے تھا کیونکہ شائزہ ہاتھ چھڑوا رہی تھی۔

''بے شرم، میرے جانے کا تو انتظار کر لو۔''

''بھابی! کچھ بھی کہیں مگر باہر مت جائیے گا۔ بس اپنا کام کرتی رہیں۔''

وہ چپ ہو کر شائزہ کے کپڑے نکالنے لگی اور چیزیں سیٹ کرنے لگی۔ آریز نے کنگن نکال کر شائزہ کے ہاتھ میں پہنا دیئے اور ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہا تھا وہ اس سے ہاتھ چھڑوا رہی تھی۔ آہستہ سے ''یہ مرد کے ہاتھ ہیں۔'' پھر آنکھوں کے اشارے سے ''کیا سمجھی۔'' اس نے بھی اس کو گھور کر دیکھا تو اونچی آواز میں آریز۔

''بھابی! آج تو پری میری زندگی میں آ گئی ہے میرا کمرہ اور زندگی دونوں روشن ہو جائیں گے۔''

''روشن کے بچے جاؤ۔ اس سے پہلے کوئی آ جائے۔''

''بھابی بس آپ مت جایئے گا کوئی نہیں آئے گا۔ مجھے دس منٹ تک پری کو جی بھر کر دیکھنا ہے۔''

''اچھا بھابی کے بچے۔'' پھر کنول کپڑوں میں لگ گئی۔ وہ چپ چاپ شائزہ کے سامنے لیٹا اس کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھ کم رہا تھا زیادہ اس کو اپنے اندر بسا رہا تھا جو شائزہ کو برا لگ رہا تھا۔ اگر کنول نہ ہوتی تو وہ ہاتھ چھڑوا کر یہاں سے چلی جاتی۔ جواَب ممکن نہ تھا۔ اس کی خاموشی بہت کچھ کہہ رہی تھی مگر وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے لیے وہ بس اک زہر تھا جو اس نے پیا تھا وہ بھی نہ چاہتے ہوئے۔ اس کے لیے اس کا باپ اہم تھا۔ جس طرح وہ محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا کوئی اور لڑکی ہوتی تو پگھل جاتی۔ مگر شائزہ پتھر بنی ہوئی تھی۔ جو پگھلنے کو تیار نہ تھی۔ کنول کو بھی اس کو دیکھ کر شرم آ رہی تھی۔ کنول اس کے قریب آ کر اس کو ہاتھ سے پکڑ کر ''اب جاؤ۔ باقی رات کے لیے رہنے دو۔ کہا نہ تمہاری ہی ہے۔''

''بھابی! انتظار نہیں ہو سکتا تھا آپ کو پتہ نہیں میں نے یہ وقت کیسے گزارا ہے۔ بس پری کو دلہن کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں تھوڑی دیر۔''

''باقی رات کو دیکھ لینا۔''

''جا رہا ہوں بس اک بات کرنی ہے۔'' شائزہ کے قریب ہو کر ''آج اس قدر خوبصورت لگ رہی ہو پہاڑ دیکھ لے تو وہ بھی ٹوٹ جائے میں تو پھر آریز کمال ہوں۔''

ابھی وہ پیچھے ہوا ہی تھا کہ کنول نے پکڑ کر اس کو کمرے سے نکال دیا۔ اس کی تعریف کے بعد شائزہ کو اپنا آپ اور برا لگ رہا تھا۔

اس کے جاتے ہی کچھ عورتیں اور لڑکیاں دلہن کو دیکھنے کمرے میں آ گئی تھیں اور شائزہ کے حسن کی تعریف کر رہی تھیں ان کی وہ باتیں سن رہی تھی لیکن وہاں پر صرف اس کا وجود تھا اور وہ کہیں اور ہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کاش یہ دن کبھی نہ آتا۔ اس کا اس کو دلہن کے روپ میں دیکھنا بھی برا بلکہ اذیت ناک لگا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کاش اس کے اس قدر قریب آنے سے پہلے وہ زمین میں دھنس گئی ہوتی۔ اس کی

نظریں ابھی تک اس کو اذیت دے رہی تھیں حالانکہ وہ جا چکا تھا۔ وہ اپنے اردگرد سے بے نیاز تھی۔

جیسے ہی عورتیں کمرے سے چلی گئیں کنول نے اس کو بلایا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ اس کو ہلا کر ہوش میں لائی۔ ''میں جا رہی ہوں۔ ابھی آریز کو بھیجتی ہوں۔''

اس نے چپ چاپ اس کی بات سن لی تھی لیکن جواب نہ دیا۔ جیسے ہی وہ کمرے سے گئی، شائزہ اٹھ کر غسل خانے میں چلی گئی۔ اس نے منہ ہاتھ اچھے طریقے سے دھویا۔ کپڑے تبدیل کیے۔ واپس آ کر صوفے پر سو گئی۔ خود کو اچھے طریقے سے کمل سے ڈھانپ لیا۔ چہرے پر بھی بازو رکھ لیا۔ کہ نا تو وہ اس کو دیکھ سکے اور نہ وہ اُس کو دیکھ سکے۔

نیند تو اس کو آ نہیں رہی تھی۔ بس آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی آریز کمرے میں داخل ہوا تو سٹول کو صوفے کے بالکل قریب رکھ کر اس پر بیٹھ گیا۔

''مجھے پتہ تھا کہ میرے کمرے میں آنے سے پہلے ہی تم کپڑے بدل لو گی۔ اس لیے میں پہلے ہی تمہیں دیکھنے آ گیا تھا۔ کیونکہ اس روپ میں دیکھنے کی حسرت نہیں پالنا چاہتا تھا۔ تم میری شکل نہیں دیکھنا چاہتی لیکن میں تم کو ہر حال میں چاہتا ہوں۔ تم ہر روپ میں بہت خوبصورت ہو اور مجھے قبول ہو۔''

وہ بڑے یقین سے بول رہا تھا جیسے اس کو پتہ ہو کہ وہ سوئی نہیں سب سن رہی ہے۔

وہ اٹھ کر غسل خانے میں کپڑے بدلنے چلا گیا تو شائزہ نے منہ سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا۔

''but i hate you''

صبح شائزہ اور آریز نیچے کھانے کی میز پر ناشتہ کرنے کے لیے تیار ہو رہے تھے۔ شائزہ نے صرف کپڑے بدلے تھے۔ وہ اس کو دیکھ رہا تھا مگر وہ اس کو توجہ نہیں دے رہی تھی۔ جب وہ جانے لگی تو آریز ''تم بس اتنا ہی تیار ہو گی۔''

اس نے آریز کو تیوریاں چڑھا کر دیکھا۔

''ears, ring ہی پہن لو۔''

''تم مجھے......تم مت کہو۔ میں تمہاری استاد ہوں۔''

''صرف تین ماہ پڑھایا تھا۔''

''پڑھایا تو تھا۔ ویسے بھی میں عمر میں تم سے بڑی ہوں۔''

اس کی آنکھیں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے آریز۔

''اگر کسی ایک نے بھی کہا کہ تم میرے سے بڑی ہو تو میں تم کو آپ کہنا شروع کر دوں گا۔''

''لوگ نہیں کہتے تو نہ کہیں میں تو کہتی ہوں۔''

''نیچے چلیں یہ بحث تو پھر کر لیں گے۔''

اگر وہ بہت بارعب تھی تو وہ بھی کچھ کم نہ تھا۔ دونوں میں سے کسی نے بھی ہارنا سیکھا نہ تھا البتہ شائزہ کو آریز نے اور حالات نے ہرا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کو آریز سے شادی کرنا پڑی تھی۔ جس کو وہ قبول نہیں کر رہی تھی۔ آریز بھی ابھی تازہ تازہ جیتا تھا اس میں بھی اس کی نفرت سے لڑانے کا جذبہ تھا۔ اس لیے وہ اس کے ہر وار کو برداشت کر رہا تھا اور اس کا پہلے سے توڑ کر لیتا تھا۔ کچھ اس کی باتوں کو کڑوی دوائی سمجھ کر نگل جاتا تھا۔ وہ اس کے نکلے ہوئے کو بھی واپس لا کر اس کو محسوس کروانا چاہتی تھی۔ نئی نویلی دلہن کے اس لیے ناشتے پر جانے نکلے ہوئے کو واپس لانے کے مترادف تھا۔ رات کی بات تو صرف دونوں کے درمیان تھی۔ آریز نے اس کو بھی اچھے طریقے سے سنبھال لیا تھا جس کو وہ خراب کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس سے لطف اندوز ہو گیا تھا۔ اس نے نہ صرف اس کو دلہن کے روپ میں دیکھا تھا بلکہ نظروں کا زہر بھی اس کے اندر داخل کر دیا تھا کہ اس کو اپنا وجود برا لگ رہا تھا۔ اب کی بات کو بھی بحث کا نام دے کر اگلے دن پر ڈال دیا تھا۔ یعنی اب تک وہ کامیاب ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود اس کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ ناشتے پر سب شائزہ کو اس قدر سادہ دیکھ کر حیران تو ہوئے ان کو عجیب بھی لگا لیکن کوئی کچھ نہ بولا۔ مگر کلثوم بیگم۔

''بیٹی! اتنی سادا ابھی تم نئی نئی دلہن ہو کچھ اور نہ سہی لپ اسٹک ہی لگا لیتی۔''

بڑی لاپرواہی اور بے مروتی سے شائزہ ''آنٹی مجھے پسند نہیں۔''

کچھ کہہ نہیں سکتی تھی انگور کھٹے تھے اس لیے کلثوم بیگم۔

''کوئی بات نہیں بیٹا صرف تھوڑے دن پہن لو پھر نہ کرنا۔ ویسے جیسے تمہاری مرضی۔ ناشتہ تو کرو۔''

اس سے یہ ہضم نہیں ہو رہا تھا اس لیے" ویسے کنول تمہیں تیار کر دے گی۔"

ناشتے کے دوران سب شائزہ کو توجہ دے رہے تھے کمال صاحب تو سب سے زیادہ توجہ دے رہے تھے۔ آریز تو سب اس کو ہی دکھا رہا تھا ناشتہ کم کر رہا تھا۔ لیکن شائزہ کا رویہ سرد تھا جیسے اس کو ان سب سے کوئی سروکار نہیں سب مروت میں ہی سب کو جواب دے رہی تھی۔

اس کے رویہ سے کنول کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کو یہ سب بے کار لگ رہا ہے جیسے وہ زبردستی لائی گئی ہو۔ لیکن وہ حیران ہو رہی تھی کہ اگر اس کو اس شادی میں دلچسپی نہیں تو اس کی شادی کیسے ہوئی یقیناً آریز نے ٹیسٹ میں کوئی غیر معمولی بات کی ہوگی اور اس کا باپ انصاف پسند ہوگا اور اس کو انصاف کا تقاضا پورا کرنے کے لیے شادی کرنی پڑی۔ لیکن آج کل ایسے لوگ کہاں ہوتے ہیں۔ چلو شادی تو ہو گی لیکن اب دیکھیں گے آگے کیا ہوگا۔ یہ آریز کو کیسے زندگی بھر ساتھ لے کر چلے گی؟

تھوڑا سا کھا کر شائزہ ہاتھ روک کر بیٹھ گئی تھی۔ کمال صاحب۔

"اور لو نہ بیٹا۔"

"میرا پیٹ بھر گیا ہے۔ میں کمرے میں جانا چاہوں گی۔"

جھٹ سے کلثوم بیگم" کنول بیٹا اس کو کمرے میں لے جاؤ اور تیار بھی کر دینا۔"

وہ اس کو کمرے میں لے گئی۔ اس کو تیار کرنے لگی تو شائزہ نے منع کر دیا۔

"تم عجیب ہو۔ تیار ہی نہیں ہو رہی میں تو شادی کے اگلے دن بھی دلہن کی طرح تیار ہوئی تھی۔"

"مجھے تو دلہن بنتے ہوئے بھی تیار ہونا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ پھر آج تو دور کی بات ہے میں تیار ہوں، بھابی! جب بابا آئیں تو مجھے بتا دیجئے گا۔ میں سونے لگی ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔"

وہ نیچے جا رہی تھی تو راستے میں ہی کلثوم بیگم۔

"کنول بیٹا! وہ تیار ہوئی۔"

"نہیں آنٹی۔ وہ سو گئی ہے۔"

''چلو! جیسے اس کی مرضی۔''

ابھی شائزہ لیٹی ہی تھی کہ آریز کمرے میں پہنچ گیا تھا۔ جیسے ہی اس نے جلدی سے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کو پتہ تو چل گیا تھا کہ ایک منٹ میں کیسے سو سکتی ہے۔ بیڈ پر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ بس چپ چاپ اس کو دیکھی جا رہا تھا۔ جب آدھا گھنٹہ گزر گیا تو بولا۔

''کوئی بات ہی کرلو۔ مجھے پتہ ہے تم نہیں سوئی۔ کیا ہم بات نہیں کر سکتے۔ ہم نے اکٹھے رہنا ہے۔''

اس نے اس کی کسی بات کا بھی جواب نہ دیا۔ بلکہ چادر منہ پر بھی لے لی۔

''اچھا جواب دیا ہے میری بات کا۔'' مسکرا کر آریز خود سے۔

☆......☆......☆

مکلاوے کے لیے احمد صاحب شائزہ اور آریز کو لینے کے لیے آئے تھے۔ ان کو بڑی عزت دی گئی۔ چائے اور لوازمات پیش کیے گئے مگر انہوں نے صرف چائے بھی تکلف میں پی۔ نوکرانی نے جا کر شائزہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔ تو شائزہ کو لگا اس کا باپ آگیا ہے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی انتظار کر رہی تھی۔ نوکرانی نے جیسے ہی بتایا کہ اس کا باپ آگیا ہے۔ وہ فوراً اٹھی اور لاؤنج کی طرف بھاگی۔ آریز بھی اس کے پیچھے آگیا تھا۔ وہ یہاں سے جلدی اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔ لاؤنج میں جا کر اپنے باپ کے پاس کھڑی ہوگئی تھی۔ اس کو دیکھ کر اس کا باپ بھی اٹھ کر کھڑا ہوا۔ سارا گھران کو گاڑی تک خدا حافظ کرنے کے لیے آیا۔

اپنے ہی ہوتے ہیں جو دکھ سکھ میں آپ کے ساتھ ہوتے ہیں البتہ وہ کچھ کر نہیں سکتے مگر ساتھ بھرپور دیتے ہیں اور غم غلط کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔

جب وہ گھر پہنچے تو سبین نے نوکرانیوں اور الیان کے ساتھ مل کر ان کا پھول کے ساتھ استقبال کیا۔ اس کو اپنی محبت کا احساس دلایا۔ وہ سبین اور الیان سے ایسے ملی جیسے صدیوں سے بچھڑی ہوئی تھی۔ آریز نے بھی ان سے اسلام دعا کی۔ اندر جا کر اپنی ماں سے بھی بہت تپاک سے ملی۔ ماں کو بھی اولاد بہت پیاری ہوتی ہے۔ وہ بھی سب بھول کر بہت پیار اور محبت سے ملی۔ سبین اندر جا کر کمرے میں باتیں

کرنے لگی۔ آریز لاؤنج میں بیٹھ کر الیان سے۔ شام تک صباء بیگم نے نوکرانی کے ساتھ مل کر کھانا بنایا تھا سب نے مل کر کھانا کھایا کھانے کے بعد صباء بیگم اور احمد صاحب کمرے میں چلے گئے تھے۔ شائزہ اور سبین لان میں جا کر باتیں کر رہی تھیں۔ الیان اور آریز باتیں کر رہے تھے۔ الیان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آریز۔

''آپ تو بہت بڑے ہو گئے ہیں۔''

''بھائی میں گیارہ سال کا ہو گیا ہوں اور اُردو بھی سیکھ لی ہے۔''

''بہت اچھا! آج کل کیا مصروفیات ہیں؟''

''کارٹون دیکھتا ہوں آپ دیکھیں گے میرے ساتھ۔ آپ کو پتہ ہے شائزہ آپی کو باربی بہت پسند ہے۔ آپی اور میں بہت شوق سے باربیز دیکھتے ہیں۔''

شائزہ سبین سے باتوں میں مصروف تھی۔ آریز شائزہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

''آپی سبین! آپ نے دیکھا نہیں شائزہ باربیز دیکھ دیکھ کر باربی بن گئی ہے۔''

اس کو شائزہ گھور کر دیکھنے لگی۔

''مجھے ایک بات تو بتاؤ۔ مس سے شائزہ کہنا کیسا لگتا ہے؟ عجیب نہیں لگتا؟ اور شادی کا خیال کیسے آیا؟''

جھٹ سے آریز'' بالکل عجیب نہیں لگتا۔ شائزہ پسند تو مجھے پہلے دن سے تھی ورنہ میں یہاں تین ماہ نہ پڑھتا۔ ہاں البتہ جادو اس کا اس دن ہوا تھا جب میں نے اس کو طلبہ کے ساتھ کھیلتے دیکھا تھا۔ یوں لگا تھا پری زمین پر آ گئی ہے۔ ورنہ تو ہر وقت سکاف لپیٹ کر رکھتی تھی۔''

''یعنی چار سال پہلے سے محبت کرتے ہو۔''

''کیا اس وقت شادی کا فیصلہ کیا تھا۔''

''جی آپی! مجھے لگتا تھا یہ بہت مشکل ہے۔''

''پھر آپ نے دیکھا ہوئی بھی بہت مشکل سے۔''

''محترمہ منہ تو ابھی بھی نہیں لگاتی۔ چلو کوئی بات نہیں۔ ہے تو میری۔''

''شادی ہوگئی ہے اور تم کہتے ہو کہ منہ نہیں لگاتی۔''

غصے سے شائزہ آریز کو دیکھ رہی تھی۔ اس کو دیکھ کر سبین۔

''شائزہ نہ کرو۔ آریز ڈر جائے گا۔''

''جی ڈرتا ہے اس لیے اس نے شادی کی ہے۔ یہ پھر پیدا ہوتب بھی نہ ڈرے۔ یہ آپ کی بھول ہے۔''

وہ شائزہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سبین کے سوال کا جواب دینے لگا۔

''اس طرح دیکھتی ہو تو میری سانس رک جاتی ہے۔''

غصے سے شائزہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔ آریز اس کو جاتے ہوئے پیچھے سے دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا۔

''سبین آپی! ہم بھی چلیں؟''

''چلو...... چلتے ہیں۔'' وہ تینوں بھی اس کے پیچھے چلے گئے۔

نہ صرف دنیا بلکہ شائزہ خود سے بھی ناراض تھی کوئی اس کے بارے میں کیا سوچتا ہے، یا کیا کہے گا اسے اس کی پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ اس کو لگتا تھا کہ جس کو وہ خوش کرنا چاہتی تھی وہ اس سے ناراض ہے بلکہ اس نے اس کا دل توڑ دیا ہے۔ اس لیے بغیر لحاظ و مروت دکھائے فٹ سے جواب دے دیتی تھی۔ مروت سے ہی اس کو نفرت تھی۔ کیونکہ اسی مروت میں آ کر اس کے باپ نے آریز کو ٹیسٹ میں شامل کیا تھا اور اس کو آریز سے شادی کرنا پڑی۔ حالانکہ اس کو سکھایا گیا تھا مروت و لحاظ کا ہر حال میں خیال رکھا جائے۔ دل نہ بھی چاہے تو جی ضرور کہا جائے۔ ہر طرح سے سوال کرنے والے کا جواب دیا جائے چاہے سوال کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔ جواب مٹھائی کی ٹوکری میں ہی رکھ کر دیا جائے۔ کڑواہٹ اس کو لوٹائی نہ جائے۔ تاکہ جواب لینے والے کا دل کڑوا نہ ہو۔ اس کو صرف مٹھاس ہی ملنی چاہیے تاکہ وہ خوش رہے۔

سب کھانے کی میز پر بیٹھ کھانا کھا رہے تھے تو کلثوم بیگم۔

''کل میں شائزہ سے کھیر بنواؤں گی تاکہ شائزہ بھی گھر کی بہو بن جائے۔ گھر میں مٹھاس پیدا ہو جائے۔''

سرد رویے سے شائزہ ''مجھے کھیر بنانی نہیں آتی۔''

''کوئی بات نہیں بیٹا! کھیر تو صرف پروین بنائے گی تم بس چمچہ چلا دینا تاکہ رسم پوری ہو جائے۔''

''جب محنت وہ کریں تو میں چمچہ چلا کر اس کی محنت ضائع کیوں کروں۔ یہ مجھے پسند نہیں۔''

اس سے پہلے کہ کوئی اور بولتا کمال صاحب۔

''بیگم! میری بیٹی کو نہیں پسند تو آپ نہ بنوائیں یہ رسم و سم چھوڑیں۔''

پاس عمر ''ماما! آپ کی نئی بہو پی۔ ایچ۔ ڈی ہے اس کو یہ رسمیں سمجھ نہیں آئیں گی۔ آپ ایسے ہی کام چلائیں۔''

ان کی گفتگو میں کنول کی تو کچھ کہنے کی ہمت نہ تھی ویسے بھی وہ اچھی تھی بات کو بڑھانا پسند نہیں کرتی تھی آریز چپ چاپ شائزہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔ کنول نے آنکھ کے اشارے سے کہا تم کہو۔

''ماما! اگر شائزہ کو نہیں پسند تو نہ بنائے۔''

''جی بیٹا! نہیں پسند شائزہ کو تو نہ بنائے۔''

کمرے میں جا کر کنول ''شائزہ نے لگتا ہے دل سے شادی نہیں کی۔ پتہ نہیں اس کے باپ نے رشتہ کیسے دے دیا۔ دیکھو! اب شائزہ آریز کو کہاں تک زندگی میں لے کر جائے گی۔''

اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے عمر۔

''مجھے بھی شائزہ کا رویہ بہت سرد لگا۔ وہ تو جیسے سب کشتیاں جلائے بیٹھی ہے جانے کب سمندر میں کود پڑے گی اور حریف کو تباہ و برباد کر دے گی۔

تعجب سے کنول ''کیا ایسے رشتے چلتے ہیں۔''

''تمہارے سامنے سب ہے دیکھو۔''

''آریز نے ہاتھ بھی کوہ طور پر رکھا ہے دیکھو سر کو پائے گا بھی یا نہیں۔ ناکام لوٹا تو۔''

''میں تو بھائی ہوں۔ دلی دعا ہے کامیاب ہو۔''

غسل خانے سے نکل کر شائزہ صوفے پر سونے لگی تھی تو آریز۔

''کچھ وقت ہم اکٹھے نہیں گزار سکتے۔ مووی دیکھیں۔''

''مجھے نہیں دیکھنی تم دیکھو۔''

''یار موی تو بہانہ ہے میں تو تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''پہلی بات مجھے تم سے باتیں کرنے کا کوئی شوق نہیں دوسری بات پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہی ہوں مجھے آپ کہا کرو۔ میں تمہاری ٹیچر تھی۔''

''میں تمہیں کبھی بھی آپ نہیں کہوں گا اور پڑھایا صرف تین ماہ تھا وہ بھی صرف تمہارے ہی لیے پڑھا تھا۔ ورنہ کہاں پڑھائی میں دلچسپی تھی۔ تم مجھے آپ کہا کرو۔ اب میں رتبے میں تم سے بڑا ہو گیا ہوں۔ تمہیں پتہ ہے دین میں شوہر کے متعلق کیا حکم ہے مجازی خدا کہا جاتا ہے۔ میں تمہارا مجازی خدا ہوں۔''

''وہ جو زبردستی بنا ہے جسے میں بنانا نہیں چاہتی تھی۔''

''بن تو گیا ہوں۔ تم حکم مانا دور، تم تو بات بھی کرنا پسند نہیں کرتی ہو۔''

''کروں گی بھی نہیں۔''

''لیکن میں تو محبت کرتا ہوں اور بات کرتا رہوں گا۔''

''میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ میں سونے لگی ہوں۔''

وہ چادر اوڑھ کر سو گئی۔ وہ بیڈ پر لیٹا اس کو ہی دیکھتا رہ گیا تھا۔ رویے سب کو سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کلثوم بیگم شائزہ کے رویئے سے دل برداشتہ ہو کر کمال سے۔

''کمال صاحب! لگتا ہے یہ شادی غلط ہوئی ہے۔''

''نہیں بیگم یہ شادی ایک تجربہ ہے جس کے نتائج ہماری آنکھیں کھول دیں گے ہمیں بہت کچھ دکھائیں گے۔''

''مگر اس میں میرا بیٹا تکلیف اٹھائے گا۔ جس کا قصور کوئی نہیں ہے۔''

''تم فکر نہ کرو۔ میں نے ایسے ہی اس کا ساتھ نہیں دیا مجھے پتہ تھا ان تلوں میں کتنا تیل ہے۔''

''آپ کہنا چاہتے ہیں وہ سب سہا جائے گا۔ لیکن چبھن تو ہو گی۔ اس کا کون ذمہ دار۔''

''وہ خود۔ اس نے راستہ چنا تھا۔''

''ہاں! اسی کا چنا ہوا راستہ ہے۔''

''بیگم! ابھی آگے دیکھو کیا ہوتا ہے آپ نے تو پہلے ہی شور مچادیا ہے۔''

''آپ نے کھانے پر شائزہ کا رویہ نہیں دیکھا۔ میں تو اس سے ملی ہوئی ہوں۔ پہلے وہ تو مروت و لحاظ کا پیکر اور گڑیا تھی۔ جو اَب پتھر کی مورتی لگ رہی ہے۔''

''مجھے بھی آج محسوس ہوا ہے وہ بہت ڈیس ہارٹ ہوئی ہے۔ اس کے یہ دن انجوائے کرنے کے ہیں۔ لیکن وہ اس سے بے نیاز ہے۔ وہ ایک کھوکھلی سی گڑیا لگ رہی تھی۔''

''کمال صاحب! آج مجھے وہ زندگی سے بھرپور شائزہ یاد آرہی ہے جس کی خوشی دور سے نظر آتی تھی۔''

☆......☆......☆

آج کل آریز کے پاس شائزہ کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔ بس وہ شائزہ کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا لیکن اس کو اس میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایسا ہی ہوتا ہے جب آپ کسی چیز کو چاہتے ہو تو وہ دور ہو جاتی ہے مگر جب ضرورت نہیں ہوتی تو وہ آگے پیچھے پھرتی رہتی ہے۔ یہی حال شائزہ کا تھا اس کو آریز کی توجہ کی ضرورت رہتی ہے۔ یہی حال شائزہ کا تھا اس کو آریز کی توجہ کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن وہ دکھاتا رہتا تھا جو اس کو بے چین اور بے سکون کر دیتی تھی اور اس کو غصہ آتا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے برداشت کرتی تھی۔ آریز کے بھتیجے کی سالگرہ تھی۔ سالگرہ بڑے جوش وخروش سے منائی جارہی تھی البتہ گھر والوں کے علاوہ کسی اور کو نہیں بلایا گیا تھا۔ سب نے اریب کو تحائف دیئے۔ اریب نے کیک کاٹا۔ سب گھر والوں کو کھلایا۔ شائزہ بھی تیار ہوئی تھی ویسے وہ تیار نہیں ہوتی تھی۔ وہ بہت منفرد اور پیاری لگ رہی تھی۔ بچے من کے سچے ہوتے ہیں اس کو دیکھ کر اریب بہت متاثر ہو رہا تھا۔ اس کے پاس جا کر۔

''شائزہ آنٹی آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔''

''تھینکس سویٹ ہارٹ۔'' اس کی گال پر پیار کرتے ہوئے۔

''ایک پک ہو جائے۔''

''وائے نوٹ۔''

وہ اس کے ساتھ تصویر بنانے کے لیے کھڑا ہوا ہی تھا تو آریز بھی اس کے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔

''یار مجھے بھی پوچھ لو۔ میں بھی کچھ لگتا ہوں۔''

''لیکن آج تو آنٹی بہت پیاری لگ رہی ہے۔ اس لیے پک ان کے ساتھ بنوا رہا ہوں۔''

''کوئی بات نہیں یار مجھے بھی ساتھ کھڑا کر لو۔''

اس کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے اریب۔

''چلو! ٹھیک ہے۔ کیا یاد کریں گے۔''

اس کی طرف دیکھتے ہوئے آریز ''سچ میں ہم یاد تو بہت کریں گے۔''

جھٹ سے آریز شائزہ کے کندھے پر بازو رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا بازو رکھنا شائزہ کو گراں گزر رہا تھا۔ اُس کا اِس کو چھونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اریب درمیان میں کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ اپنے چہرے کے تاثرات سے تو ناگواری کا اظہار کر رہی تھی۔ لیکن پورے گھر والوں کی وجہ سے چپ تھی بول نہیں رہی تھی۔ اس کے نا بولنے سے آریز پورا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اب اریب تو تصویر لینا بند کرنا چاہ رہا تھا مگر آریز نہیں۔ وہ نئے نئے پوز بنا رہا تھا۔ کمال اور کلثوم بیگم ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ ان کو اور کنول اور عمر کو بھی لگ رہا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کو قبول کرنے لگے ہیں مگر احسن کی غلط فہمی تھی۔ وہ اس کو قبول کرنے والی نہ تھی۔ ساروں کو غلط فہمی میں ڈال کر وہ کمرے میں چلے گئے۔

کمرے کا دروازہ بند کر کے آریز جا کر شائزہ کے پاس کھڑا ہو گیا تھا وہ ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی تھی۔ اس کے قریب ہو کر اس کو غور سے دیکھتے ہوئے۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو۔''

''کپڑے بدل لیتی ہوں۔ کیونکہ مجھے تم کو پیاری نہیں لگنا۔''

اس کے سامنے سے ہٹ کر واش روم کی طرف جانے لگی تو آریز نے اس کو بازو سے پکڑ کر زور سے کھینچ کر دیوار کے سامنے لگا کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اتنا قریب کے دونوں کے ایک دوسرے کو محسوس کر رہے تھے۔ شائزہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے وجود کو محسوس کر رہی تھی۔ آریز کا تو دل کیا روح

بھی اس کے ہونے کے احساس کو محسوس کر رہی تھی۔ اس کو یہ اچھا لگ رہا تھا منہ شائزہ کے کان کے قریب لے جا کر آریز۔

"نئی زندگی کا آغاز کریں جس میں پیار ہی ہو۔"

غصے سے شائزہ نے بازو چھڑوا کر جانے کی کوشش کی لیکن اس نے اتنی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا وہ کہاں چھڑوا سکتی تھی۔ اس نے اور زور سے پکڑ لیا۔ اس کی آنکھوں میں پیار سے دیکھنے لگا پھر اس کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے۔

"پری زمین پر آئی ہے محسوس تو کرنے دو۔ پھر یہ پری کہاں ہاتھ آتی ہے۔ تم چاہو یا نہ چاہو ہر موقع کو انجوائے کر لوں گا۔ بہت ڈھیٹ ہوں اور میں تم کو چھوڑنے والا نہیں چاہے جتنی بھی نفرت کرو۔"

وہ بول رہا تھا اور شائزہ کے چہرے کے رنگ غصے اور نفرت سے بدل رہے تھے دوسرا اس کی سانسیں بھی شائزہ کو پریشان کر رہی تھیں۔ دونوں کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔ جو شائزہ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ تو بڑا مطمئن تھا اور اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کے وجود کو اپنے ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔ تنگ آ کر جب شائزہ کو لگا اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی ہے اس نے اس کو دھکا دیا اور بھاگ کر واش روم میں سانس لیا۔ دروازہ بھی اندر سے بند کر لیا۔

وہ اس کے جانے کے بعد بھی اس کے وجود کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کی سانسیں نہیں مل رہی تھیں۔ وہ غسل خانے میں خود پر بھی غصہ کر رہی تھی۔ اس کو اپنا آپ بھی برا لگ رہا تھا۔ جس پر اس کو اس پر پیار آ رہا تھا۔ اس کا بت نہیں چل رہا تھا کہ وہ خود کو ہی ختم کر دے۔ تا کہ وہ اس کی توجہ کا محور ہی نہ رہے۔

آج آریز کی خوشی کافی حد تک پوری ہوئی تھی اس کے وجود کو چھو کر۔ مسکرا کر خود سے "اب ساری زندگی واش روم میں گزار دو گی یا باہر بھی آؤ گی۔ ابھی تو میں نے اپنا حق بھی نہیں لیا تو یہ حال ہے۔ سچ یہ ہے تم قریب سے اور پیاری ہو۔"

دو گھنٹے بیڈ پر لیٹ کر اس کو سوچ سوچ کر آریز نے گزار دیئے لیکن وہ باہر نہیں آئی۔ جانے کب سوچتے سوچتے وہ سو گیا۔ اور وہ باہر آ کر صوفے پر سو گئی۔

☆......☆......☆

رات کے واقعہ کے بعد شائزہ آریز سے گریز کرنے لگی تھی۔ ''جب تک آریز اٹھ کر آفس نہیں جائے گا میں نہیں اٹھوں گی۔ مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی خواہ مخواہ سر پر سوار ہو جاتا ہے چاہے لفٹ نہ بھی کرواؤں۔ مجھے اس کی کل رات کی حرکت بالکل اچھی نہیں لگی۔ جب میں نہیں بلاتی تو کیا ضرورت ہے مجھ سے فرینک ہونے کی۔'' خود سے سوچتی ہوئی صوفے پر اپنے آپ کو کمبل سے لپیٹے ہوئے سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔

اس کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ وہ سوئی ہوئی نہیں ہے صرف میرے جانے کا انتظار کر رہی ہے پہلے تو بستر پر لیٹا کافی دیر تک اس کو دیکھتا رہا۔ پھر اٹھ کر تیار ہو گیا۔ تیار ہو کر اس کے صوفے کا پاس آ کر'' کیا اب چہرہ بھی نہیں دکھاؤ گی۔ کیا کروں یار تم خوبصورت ہی اتنی ہو کہ میں خود پر کنٹرول نہیں کر پاتا۔ ایک بات کہوں، قریب سے تو اور بھی حسین لگتی ہو۔ میں جا رہا ہوں۔''

''میری طرف سے ابھی جاؤ۔'' دل میں شائزہ لیٹی لیٹی۔

اس نے جاتے ہوئے دروازہ زور سے بند کیا کہ اس کو پتہ چل گیا کہ وہ چلا گیا ہے۔

وہ اٹھی منہ ہاتھ دھویا۔ اس کے جانے کے بعد ناشتہ کیا۔ کلثوم بیگم اس کو اکیلے سب سے آخر میں ناشتہ کرتے دیکھ کر کچھ کہے بغیر چلی گئیں۔ اس نے مزے سے ناشتہ کیا۔ پھر کمرے میں جا کر کتاب پڑھنے لگی۔ شام کو لان میں جا کر درخت اور پودوں کو کچھ دیر دیکھتی رہی۔ پھر ان سے باتیں کرتی رہی۔ آریز کے آنے سے پہلے صوفے پر جا کر خود کو لپیٹ کر سو گئی۔

اس نے آ کر اس کو سوتے دیکھا مسکرا کر کپڑے بدل کر نیچے چلا گیا جہاں ساری فیملی بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔

''ماما! آج شائزہ نہیں اٹھی۔''

''نہیں بیٹا! صبح اٹھی تھی ناشتہ کیا دن بھر کمرے میں کتاب پڑھتی رہی کچھ دیر لان میں رہی پھر کمرے میں واپس چلی گئی۔''

پاس بیٹھے کمال صاحب ''کیا تم دونوں کی لڑائی ہوئی ہے۔''

''نہیں بابا! تو جاؤ پوچھو کیا ہوا ہے؟ آخر تمہاری بیوی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ چاہ رہی ہے کہ تم پوچھو۔''

''کیا بتاؤں بابا؟ وہ مجھ سے ہی بات نہیں کرنا چاہتی۔''

وہ آریز سے دور دور رہنے لگی تھی۔ صبح اس کے جانے کے بعد اٹھی تھی۔ رات میں جب وہ سب بیٹھ کر باتیں کرتے وہ لان میں جا کر پھرتی رہتی تھی۔ اس کے کمرے میں جانے سے پہلے ہی سو جاتی تھی۔ یوں وقت تو تیزی سے گزر رہا تھا لیکن آریز کو بیب جان بنا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی مسکراہٹ شرارتیں ختم ہو رہی تھیں۔ شائزہ تو پہلے دن سے ہی پتھر کی تھی اب تو آریز بھی بن رہا تھا۔ جس کو سارا گھر محسوس کر رہا تھا لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ شائزہ سے بات کر سکے۔ ایک دن آریز کا دل شائزہ کو دل بھر کر دیکھنے کی کو چاہ رہا تھا۔ مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ زبردستی اس کو پاس نہیں بٹھا سکتا تھا۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کنول کے پاس جا کر۔

''بھابی! آپ شائزہ کو کسی طرح بلا کر اپنے پاس کچھ دیر بٹھا لیں۔ میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

اس کا بے بس لہجہ کنول کے دل کو ہلا رہا تھا وہ اس کو دیکھ رہی تھی تو آریز۔

''پلیز...... پلیز بھابی!''

ہوش میں آتے ہوئے ''اچھا تم تو بیٹھو۔''

''پروین...... پروین جاؤ جا کر شائزہ کو بلا کر لاؤ۔''

ابھی شائزہ تھوڑا بہت گھر والوں کا لحاظ کرتی تھی۔ نوکرانی کے بلانے پر آ گئی۔

''بیٹھو شائزہ! تمہیں کپڑے دکھانے تھے۔''

وہ آریز کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی کیونکہ وہ خالی تھا اب کنول اس کو کپڑے دکھا رہی تھی۔ آریز اس پر نظریں گاڑے اس کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ اس کو کوئی توجہ نہیں دے رہی تھی بلکہ دیکھا ان دیکھا کر رہی تھی۔ جیسے اس کو اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''بھابی کپڑے تو اچھے ہیں۔''

''تمہاری شائزہ choice ذرا منفرد ہے اس لیے میں تمہاری رائے لینا چاہتی ہوں۔ تم اپنے

لیے کوئی نہیں لوگی۔"

"نہیں بھابی! میرے پاس بہت ہیں۔"

"نئے نئے کپڑے پہنا کرو۔ تیار رہا کرو۔ تمہاری تو نئی نئی شادی ہوئی ہے پہلا سال تو بہت اہم ہوتا ہے۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا پہلا ہو یا آخری۔ میرے لیے سب برابر ہیں۔"

وہ اس کو روکنا چاہ رہی تھی لیکن وہ جانا چاہتی تھی کیونکہ وہ آریز کے سامنے بیٹھی تھی جو اس کو گوارہ نہ تھا۔ وہ جانے کے لیے اٹھی۔ ابھی ایک سوٹ کا کپڑا اس کے ہاتھ میں تھا تو آریز اس کے ہاتھ سے کپڑا پکڑنے کے بہانے اس کا ہاتھ پکڑ کر باتیں کرنے لگا۔

"بھابی! یہ سوٹ اچھا ہے۔"

گھور کر اس کو دیکھتے ہوئے آنکھوں سے "چھوڑو میرا ہاتھ"

وہ بھی انجان بنتے ہوئے باتیں کیے جا رہا تھا اور زور سے ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ لیکن وہ زور سے چھڑوا کر وہاں سے چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد آریز "تھینکس بھابی۔"

اس کی طرف دیکھتے ہوئے "کیا بنے گا تم دونوں کا۔"

وہ ابھی کمرے میں پہنچی ہی تھی کہ آریز بھی پہنچ گیا۔ وہ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ کر۔

"یار! آج پندرہ دن کے بعد تمہاری شکل دیکھی ہے۔"

اس نے اس کی کسی بات کا جواب نہ دینا مناسب نہ سمجھا اور سو گئی۔ جیسے صدیوں سے سوئی نہیں۔

وہ بھی ڈھیٹوں کی طرح اٹھ کر بیڈ پر جا کر لیٹ گیا۔

☆......☆......☆

وہ اکیلی اکیلی رہتی تھی گھر کے کاموں میں بھی دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ اور نہ ہی گھر کے افراد میں پھر

بھی کمال صاحب اور کلثوم بیگم کا احترام کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہ بڑے تھے۔

شائزہ اکیلی لان کا میں بیٹھی ہوئی تھی۔اس کو اکیلا دیکھ کر کمال صاحب بھی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔اس کو دیکھتے ہوئے ’’بیٹی! اکیلی بیٹھی ہو۔آریز کو بھی ساتھ لے آتی۔‘‘

’’نہیں انکل! مجھے اکیلے بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔‘‘

’’بیٹی! ایک بات کہوں۔‘‘

’’جی کہیے انکل۔‘‘

’’بیٹی! اس طوطے میں ہماری جان ہے۔اس کو مرنے سے بچالو۔اس کو معاف کردو۔وہ تمہیں دیکھ کر جیتا ہے میری بات سمجھی۔‘‘

جیسے کسی کی چوری پکڑی گئی ہو۔شائزہ کمال صاحب کی طرف دیکھنے لگی۔اس کو دیکھتے ہوئے کمال صاحب۔

’’اچھا چلو چھوڑو سب باتیں۔کل سے تم آفس آیا کرو۔سارا دن گھر پر بور ہوتی رہتی ہو۔میں آریز سے کہہ دوں گا۔وہ تم کو ساتھ لے بھی آئے گا اور لے بھی جائے گا۔‘‘

نا چاہتے ہوئے بھی شائزہ ’’جی انکل۔‘‘

اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر اندر چلے گئے۔آریز لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا جا کر کمال صاحب آریز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر۔

’’میں نے تم کو مرنے سے بچالیا ہے۔‘‘

حیرت سے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے آریز۔

’’کیسے بابا؟‘‘

’’کل سے آفس شائزہ بھی آئے گی۔تم اس کو لاؤ اور لے جاؤ گے۔وہ آفس میں بھی سارا دن تمہارے ساتھ کام کرے گی۔‘‘

“you are genous Baba, thank you”

اسکے لیے شائزہ کے ساتھ آنا جانا اس کی قربت کا اچھا ذریعہ تھا۔قربت ہی دلوں میں جگہ پیدا کرتی ہے یہ کمال صاحب کا خیال تھا ہی۔اب آریز کا بھی تھا۔

دونوں اکٹھے آفس جاتے تھے اور سارا دن اکٹھے کام کرتے تھے وقت تو اچھا گزر رہا تھا مگر شائزہ کا دل نرم نہیں ہو رہا تھا بلکہ وہ مشین کی طرح کام کر رہی تھی اس کے رویے میں کوئی فرق نہ تھا وہ صرف کام سے کام رکھتی تھی۔جیسے کوئی جنگی قیدی ہو۔اس کو قید کے دوران سارے کام تو کرنے پڑتے ہیں وہ کرتا بھی ہے لیکن اس کا جی نہیں لگتا۔ورہ صرف وقت گزار رہی تھی نجانے اس کو کس چیز کا انتظار تھا یا پھر صرف زندگی گزار رہی تھی۔اس قید سے نکلنے کی کوشش بھی نہیں کرتی تھی شاید یہ سوچ کر کہ اگر اس نے باپ کو سکھ نہیں دیا تو دکھ بھی نہ دے کیونکہ قید انہوں نے اس کے لیے منظور کی ہے۔ورنہ تو جیل توڑ کر جا چکی ہوتی۔

قدرت کے اصول دیکھو!کبھی وہ اس کے گھر کو جیل کہتا تھا آج وہ اس کے گھر کو جیل سمجھ کر رہ رہی تھی۔اس کو نا چاہتے ہوئے اس کے پاس جانا پڑتا تھا۔وہ بھی نہ چاہتے ہوئے اس کے پاس تھی۔وقت سب گھما دیتا ہے صرف انتظار کرنا پڑتا ہے۔وہ اس وقت اتنی تکلیف میں نہ تھا مگر وہ بہت تکلیف میں تھی جو اس کو جینے نہیں دیتی تھی۔

ان چھ ماہ میں وہ ایک دن بھی سکون سے نہیں سوئی تھی حالانکہ جب بھی فارغ ہوتی تھی یا تو کتاب پڑھتی تھی اور اگر وہ کمرے میں ہوتا تھا تو سوتی تھی تا کہ اس کو اس سے بات نہ کرنی پڑے۔بس آنکھیں بند کیے منہ پر بازو رکھے یہ ظاہر کر رہی ہوتی تھی کہ وہ سو رہی ہے۔

اب تو اس کی آنکھیں بھی پتھر کی ہو گئی تھیں۔ان کے گرد حلقے پڑ گئے تھے۔وہ سونا چاہتی تھی مگر سو نا پاتی تھی۔رات میں سوچتے سوچتے آنکھ تو لگ جاتی تھی مگر آریز کے اٹھنے کی آہٹ سے ہی کھل جاتی تھی جیسے اس پر اعتماد نہ ہو۔

یوں وقت گزرتا جا رہا تھا ایک دن گھر میں کنول،شائزہ اور آریز ہی تھے کنول آریز کو اکیلا لان میں بیٹھا دیکھ کر شائزہ کو بھی لان میں لے جاتی ہے۔سردی بھی بہت تھی موسم سے لطف اندوز ہوا جا سکتا تھا۔

"دیکھو!شائزہ کتنا اچھا موسم ہے۔یہاں بیٹھو لطف اٹھاؤ۔"

سرد لہجے میں شائزہ نے اس کی ہاں میں ہاں کہہ دیا۔ اور وہاں بیٹھ گئی کنول چاہتی تھی دونوں باتیں کریں اس لیے آریز سے۔

''کب سے اکیلے بیٹھے ہوئے ہو۔ بندہ بیوی کو ہی لے آتا۔''

اس کی طرف دیکھتے ہوئے ''جیسے وہ آجاتی۔''

اس کی طرف دیکھتے ہوئے کنول ''تم کہتے تو، پھر جو ہوتا دیکھا جاتا۔''

کیونکہ اس کو پتہ تھا وہ صحیح کہہ رہا ہے مگر صرف دونوں کو ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ اریب آگیا۔ ضد کر کے کنول کو ساتھ لے گیا۔ اب لان میں شائزہ اور آریز رہ گئے تھے۔ وہ اٹھ کر جانے لگی تو آریز نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

نفرت اور غصے سے شائزہ۔

''چھوڑو میرا ہاتھ۔ اب چھوڑ دو میری جان۔''

اس کے لہجے کی نفرت آریز کے دل کو جا لگی اور اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی ہاتھ چھوڑ دیا۔

''کچھ اور جناب!''

''ہاں! اب یہاں ہی بیٹھے رہنا۔ میں آج رات آرام سے گزر سکوں، میں جاگ جاگ کر تھک گئی ہوں۔''

''حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔'' ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ مرد عام طور پر روتا نہیں ہے جب مکمل طور پر ہارتا ہے تو پھر روتا ہے۔ اس کی آنکھوں کہ یہ آنسو شائزہ کو نظر نہیں آئے اور وہ غصے سے اندر چلی گئی۔ جا کر آرام سے صوفے پر سو گئی۔ آج بے ہوش ہو کر سو گئی جیسے وہ نہیں آئے گا۔

''میرا ہونا اس کو تکلیف دیتا ہے وہ پرسکون سونا چاہتی ہے۔ کیوں نہ میں اس کو آج رات جی بھر کر سکون کی نیند سونے دوں آج رات میں یہاں پر ہی بیٹھا رہتا ہوں۔''

سردی کی سختی کے باوجود آریز سردی میں باہر بیٹھا تھا۔ جب آپ مرنا چاہوں تو حالات بھی ویسے ہی ہو جاتے ہیں کہتے ہیں نا جب تک آپ نہیں مرتے آپ کو کوئی نہیں مار سکتا۔ آپ ہر چیز سے لڑ جاتے

ہو۔ایک سردی دوسری بارش شروع ہوگئی تھی۔وہ اس کے الفاظ کا پاس رکھے وہیں پر بیٹھا تھا سردی کی وجہ سے نیلا ہوگیا تھا۔لیکن اس قدر مطمئن تھا کہ اگر اس کے حکم کی تکمیل کرلے گا تو اس کے دل میں اس کو جگہ مل جائے گی۔آج تو اس نے بھی ساری کشتیاں جلادی تھیں۔جس طرح شائزہ اپنے باپ کی محبت میں کشتیاں جلائے تھی سب کی نظر میں برا بننے کا کوئی موقع جانے نہ دیتی تھی کیونکہ وہ صرف باپ نہ تھا بلکہ محسن بھی تھا۔

آدھی رات کو کنول نے اچانک کھڑکی سے باہر جھانکا تو اس کو آریز نظر آیا۔اس کے دل میں تو بھائی کی محبت تھی نفرت نہ تھی وہ لان کی طرف بھاگی۔اس کے پاس آکر۔

''اٹھو! میرے بھائی۔بہت سردی ہے تم سردی سے نیلے ہوئے پڑے ہو۔''

''نہیں بھابی! اس کو آج رات آرام سے سونے دو۔''

اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اٹھنے کے لیے کہنے لگی۔مگر وہ نہ اٹھا۔وہ بھاگ کر شائزہ کے پاس گئی تو دیکھا کہ وہ بے ہوش سو رہی تھی۔

''شائزہ پلیز اٹھو! اس کو اندر بلا لو ورنہ وہ مر جائے گا۔''

چونکہ شائزہ نیند میں تھی اور آریز کو بھی بھول گئی تھی۔

''وہ کہاں ہے؟''

''وہ بارش میں بیٹھا ہے۔بھیگ رہا ہے۔''

''تو میں کیا کروں۔''

''وہ تمہارے کہنے پر اندر آجائے گا۔پلیز اس کو اندر لے آؤ۔''

''میرے کہنے کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔تم خود اس کو لے آؤ۔''

اس کا ہاتھ پکڑ کر کنول ''سنگدل مت بنو۔میرے ساتھ چلو۔تمہارے کہنے پر آجائے گا۔''

اس کا ہاتھ پکڑ کر کنول اس کو لان میں لے آئی۔لان میں آکر غصے سے شائزہ۔

''جناب! اندر تشریف لے آئیے۔''

اتنا کہنا تھا کہ وہ فرمانبردار بچوں کی طرح ان کے ساتھ اندر چل پڑا۔ کمرے میں پہنچ کر شائزہ آرام سے آ کر صوفے پر سو گئی جیسے فرض پورا کر کے آئی ہو۔ کنول نے الماری سے کپڑے نکال کر دیئے۔

''اب یہاں مت کھڑے رہنا۔ واش روم میں جا کر بدل لو۔ بلکہ تم پہلے واش روم جاؤ۔ پھر میں جاتی ہوں۔''

وہ واش روم چلا گیا تو جاتے ہوئے کنول۔

''شائزہ بہت سخت دل ہے اس قدر کوئی چاہے تو انسان کا دل پگھل جاتا ہے۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہے۔''

سردی اور بارش میں بھیگنے کی وجہ سے آریز ساری رات بخار میں بھنتا رہا اور ہائے ہائے کرتا رہا۔ لیکن ایک مرتبہ بھی شائزہ کو آواز نہ دی جائے۔ تا کہ وہ آرام سے سوئی ہے۔

☆

صبح سارے گھر میں شور مچ گیا تھا کہ آریز کو بخار ہے اس کو دیکھنے کے لیے گھر پر ڈاکٹر آیا۔ اس نے آریز کا چیک اپ کیا۔

''دوائی دے رہا ہوں دیں۔ فرق پڑ جائے گا۔''

اس کو دوائی دی گئی۔ دو دن تک آریز کا بخار کم نہیں ہو رہا تھا۔ گھر والے سب پریشان تھے سوائے شائزہ کے۔ وہ ایسے تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

آج پھر عمر ڈاکٹر صاحب کو لے کر آیا۔ اس نے آریز کا معائنہ کیا۔ ''بخار کو اب تک کم ہو جانا چاہیے تھا۔''

بیٹے کی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے کمال صاحب۔

''کیا وجہ ہے کہ بخار کم ہی نہیں ہو رہا۔''

''موصوف کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہیں اگر خود کو ریلیکس کریں تو ٹھیک ہو جائیں گے۔''

''ہسپتال میں لے جانے کی ضرورت ہے تو لے جاتے ہیں۔''

''نہیں، اس کی ضرورت نہیں۔ میں اب یہ دوائی دے رہا ہوں۔ کل تک ٹھیک ہو جائیں گے۔''

جاتے جاتے آریز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ڈاکٹر۔

''جناب! خود کو ریلیکس کرو۔ یہ اچھی بات نہیں۔''

ڈاکٹر جاتے جاتے بات کہہ گیا تھا اور اس نے آریز پر اثر کیا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے اگر آپ کسی سے کچھ کروانا چاہتے ہیں تو اس کو ایک ہی بات بار بار کہی جائے وہ خود بخود وہ کام کر دے گا۔ ڈاکٹر صاحب بھی جاتے جاتے بات اس کے دماغ میں ڈال گئے تھے کہ ''پرسکون تم نے خود ہونا ہے خود کوشش کرو۔'' بات چونکہ سچ تھی اس لیے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس پر عمل کیا۔

وہ بیڈ پر لیٹا تھا شائزہ بیڈ کے ساتھ والی میز سے کچھ لینے آئی تو آریز نے زور سے اس کا بازو پکڑ لیا اور اس کو زبردستی اپنے پاس بٹھالیا۔

''شائزہ تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

''نہیں آتا۔ اور نہ ہی آئے گا۔''

''لیکن میں اس بات پر ہی خوش ہوں کہ تم میری ہو۔ چاہے تم جتنی بھی نفرت کرو۔ تم میری ہی رہو گی۔''

''اسی بات کا تو دکھ ہے میں تمہاری ہوں۔''

''کیوں تم کو مجھ پر رحم نہیں آتا۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔''

اس کی یہ بات سنی تھی کہ شائزہ کے آنسو بہنے لگے۔

''تم نے میرے باپ کا مان توڑا ہے۔ جو اُن کو ہم پر تھا۔ تم میرے شاگرد تھے۔ پھر کیوں تم نے مجھے پسند کیا۔ میرے باپ کو مجبور ہو کر تمہیں رشتہ دینا پڑا۔''

''تمہیں پسند کر کے اور تم سے شادی کر کے۔ میں نے کوئی گناہ تو نہیں کیا۔''

کانپتی ہوئی آواز سے اور بہتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ شائزہ۔

''میرے نزدیک گناہ ہی تو ہے...... پتہ ہے لوگ میرے باپ کو کہتے ہوں گے۔ اچھا تو اس کی بیٹی نے اپنے شاگرد سے شادی کر لی ہے یقیناً اس کو پھنسایا ہوگا۔ مجھے خوشی ہوتی اگر میرا باپ مان سے

اپنی پسند سے میری شادی جہاں چاہتا کرتا۔"

وہ اس کو دیکھ رہا تھا اس کی آواز میں درد تھا لہجے میں نفرت اور ساتھ بیچارگی بھی تھی۔

"کیا تم کو پتہ ہے۔ انہوں نے خاندان سے لڑ کر ہمیں پڑھایا تھا۔ ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو زیادہ پڑھانے کا رواج نہیں۔ میں تم کو دیکھتی ہوں تو میرا دماغ پھٹتا ہے میں مرنے لگتی ہوں۔"

وہ ساتھ ساتھ چیخنے لگی۔ کمال صاحب جو کمرے کی طرف آ رہے تھے دروازے کے پیچھے کھڑے ساری باتیں سن رہے تھے۔ آج پہلی مرتبہ پھٹی تھی بولتے بولتے اس قدر ڈپریس ہو گئی کہ بے ہوش ہو گئی۔

اس کا بے ہوش ہونا اس کے ذہنی تناؤ کو ظاہر کر رہا تھا۔ اب آریز کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ اس سے زیادہ تکلیف میں تھی۔ دروازے کے پیچھے کھڑے کمال صاحب کو بھی اس پر ترس آ رہا تھا۔ اور اس کی باپ سے وفاداری پر تعجب ہو رہا تھا۔ دونوں میں یہ احساس آسانی سے نہیں جاگا تھا۔ اس کے لیے شائزہ کے وہ جذبے تھے جو خالص تھے۔ جن کو اس نے بڑی محنت سے پکایا تھا۔ اس دوران کوئی بے ایمانی نہیں کی تھی۔ باپ کے ساتھ چلی تھی تو پھر شوہر کی محبت کو اور دنیوی خوشیاں سب قربان کی تھیں۔ کامیابی کا اصول بھی یہی ہے جس کام کو کرو تو پھر ساری درمیان میں آنے والی رکاوٹیں بھول جاؤ۔ اس دوران آپ کو اپنے وجود پر لگنے والے زخم بھی فراموش کرنے پڑتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اگر کسی زخم سے خون بہنا شروع ہوا تو آپ کام کو بھول کر خون صاف کرنے لگ جائیں۔ تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی کام کے لیے استقامت میں بھی کمی ہے اور خلوص میں بھی۔ تو پھر سمجھ جاؤ زخم ہی زخم رہ گئے نہ کام ہوا نہ منزل ملی۔ اس لیے کسی بھی محاذ پر لڑنے سے پہلے خود کو اچھی طرح ٹٹول لیں لڑنے کی ہمت بھی ہے یا نہیں رکاوٹوں سے ڈرنا ہے کہ راستے میں آنے والی خوبصورتیوں کو دیکھ کر رکنا ہے۔ فیصلہ آپ پر ہے۔

اس کو دیکھ کر آریز اپنے زخم بھول گیا اور زور زور سے آوازیں دینے لگا۔ "بابا...... بابا"

وہ تو پہلے ہی اندر آ رہے تھے سوچوں سے نکل کر جلدی سے اندر آ گئے۔ آریز نے شائزہ کو سیدھا کر کے بیڈ پر لٹایا۔ کمال صاحب نے جلدی سے ڈاکٹر کو فون کر دیا۔ سارا گھر آریز کی آواز سن کر شائزہ

اور آریز کے کمرے میں اکٹھے ہو گئے۔

تھوڑی دیر میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔ انہوں نے شائزہ کا معائنہ کیا۔

''اس کو کوئی صدمہ پہنچا ہے۔ جس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کو آرام کرنے دیں۔ بہتر ہے زیادہ سے زیادہ نیند لے۔''

دوائیوں کی پرچی کمال صاحب کو دیتے ہوئے ڈاکٹر۔

''کمال صاحب! خیریت ہے دونوں بچے اس قدر stress میں ہیں۔ آپ ان میں آ کر معاملہ حل کریں۔ ہم بڑوں کا یہی کام تو ہوتا ہے۔''

''جی ڈاکٹر صاحب! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

ڈاکٹر سے دوائیوں کی پرچی لے کر عمر کو دی اور ساتھ میں ڈاکٹر صاحب کو چھوڑنے کے لیے کہا۔ پریشانی کے عالم میں کلثوم بیگم۔

''کمال صاحب! میرا خیال ہے احمد بھائی کو فون کر دیتے ہیں کہیں کچھ برا ہی نہ ہو جائے۔''

''نہیں بیگم! تھوڑی شائزہ کی طبیعت سنبھلنے دو۔ کیا خیال ہے؟ کنول بیٹی۔''

''جی انکل! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ لوگ شائزہ کو ایسے دیکھ کر زیادہ پریشان ہو جائیں گے۔''

''چلو! جیسے تم لوگوں کو بہتر لگے۔''

دونوں کلثوم بیگم اور کنول شائزہ کو دیکھنے لگ گئی تھیں آریز بیڈ کے ایک طرف بیٹھا اس کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے الفاظ اس کے دماغ میں چل رہے تھے۔ اس کی بیچارگی اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہی تھی۔

ڈاکٹر جو اس کو ٹیکہ لگا کر گیا تھا اس کی وجہ سے شام تک سوئی رہی۔ تھوڑی دیر تو سب وہاں بیٹھے رہے پھر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ البتہ آریز وہاں اس کے پاس بیٹھا رہا تھا۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر۔

''ایسا کیوں ہوتا ہے انسان جس کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔ اسکو ہی زیادہ تکلیف دیتا ہے۔

حالانکہ وہ چاہتا اس کو کانٹا بھی نہ چبھے۔ یہ دل میں رہنے والے اتنے نازک کیوں ہوتے ہیں زور سے پکڑنے پر بھی مرجھانے لگتے ہیں۔''

اپنے کمرے میں کنول اور عمر بھی شائزہ کی ہی باتیں کر رہے تھے کنول۔

''اپنے باپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ مجھے تو لگا تھا کچھ دنوں میں سب بھول جائے گی صرف شوہر ہی یاد رہ جائے گا۔''

''ٹھیک کہتی ہ۔ اس کو باپ کے سامنے آریز نظر ہی نہیں آتا۔ کیا سب بیٹیاں باپ سے اتنی محبت کرتی ہیں۔''

''کرتی تو بہت ہیں مگر اتنی نہیں دیکھی۔ شاید ادلے کا بدلہ ہوتا ہے۔''

''جی ہاں! وہ کہتی ہے اس کا باپ ان کی خاطر لڑنے والا عظیم انسان ہے ان کا محسن ہے۔''

''سب کے والدین ان کے لیے بہت کرتے ہیں۔ بلکہ بیٹیوں کے لیے تو مرے دم تک کرتے رہیں گے۔''

اسی طرح کمال صاحب اور کلثوم بیگم اپنے کمرے میں باتیں کر رہے تھے۔ کلثوم بیگم ''دیکھیں کمال صاحب! بچی کس قدر ڈپریشن میں تھی۔ اس لیے چپ چاپ رہتی تھی۔''

''بیگم! میں تو دل کی گہرائیوں سے اس فیملی کا قائل ہو گیا ہوں۔ عظیم لوگ ہیں۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ وفادار ہیں کچھ بھی ہو بے ایمانی نہیں کرتے۔''

''یہ بات تو ہے کمال صاحب۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا آگے کیا ہوگا۔''

''سب بہتر ہی ہوگا۔ ہم نے بھی مختلف لوگ دیکھ لیے۔ جن کی وجہ سے دنیا چل رہی ہے۔ جو اقدار کو قائم کیے ہوئے ہیں۔ جب ایسے لوگ ختم ہو جائیں گے تو دنیا بھی ختم ہو جائے گی۔''

بیٹھ آریز شائزہ سے باتیں کر رہا تھا تو وہ ہلکی سے ہلی۔ وہ بھاگا بھاگا باہر اور سب کو آوازیں دینے لگا۔

''بابا...... ماما......''

سب جلدی جلدی اس کے کمرے میں آ گئے۔ کنول اور کلثوم بیگم شائزہ کو دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر

میں اس کو ہوش آ گیا۔ کنول جا کر نوکرانی کے ساتھ کھانے کو لے کر آئی۔ کلثوم بیگم اور کنول نے اس کو کھانا کھلایا۔ وہ کھانا کھا رہی تھی تو آریز صوفے پر بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا۔ کمال صاحب نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ انہوں نے کھانا کھلا کر اس کو دوائی دی۔

اس دوران کمال صاحب نے ان کو فون کیا۔ فون سے پہلے صباء بیگم اور احمد صاحب بھی شائزہ کی باتیں کر رہے تھے۔

''پتہ نہیں کیوں آج شائزہ بہت یاد آ رہی ہے بیگم۔''

''احمد صاحب! میرا دل صبح سے گھبرا رہا ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی کیوں۔ میں سبین سے بھی کہہ رہی تھی۔''

فون پر کمال صاحب کا نمبر دیکھ کر احمد صاحب۔

''لو بیگم آ گیا شائزہ کا فون۔''

فون سن کر احمد صاحب ''بیگم میں آتا ہوں۔''

''خیریت تو ہے آپ پریشان ہو گئے ہو۔''

''سب خیریت ہے آ کر بتاتا ہوں۔''

پندرہ منٹوں میں احمد صاحب وہاں پہنچ گئے۔ ان کو بڑی عزت واحترام سے بٹھایا گیا۔ پھر کمال صاحب سے احمد صاحب۔

''کیا ہوا ہے شائزہ کو؟ کیسے بے ہوش ہوئی تھی؟''

''صدمے کی وجہ سے۔ آپ سے اور آپ کی عزت سے محبت کرتی ہے۔ اس کو اچھا نہیں لگا کہ اس کے باپ کا مان ٹوٹا ہے۔ جب سے شادی ہوئی ہے مسلسل ذہنی دباؤ میں مبتلا ہے۔'' ساری بات تحمل سے سن کر احمد صاحب سوچ میں پڑ گئے تھے۔ تو کمال صاحب نے آریز کی طرف دیکھا اور آنکھ سے اشارہ کیا۔ وہ احمد صاحب کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

''انکل! مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کا دل دکھایا ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں دل کے ہاتھوں مجبور تھا میں نے زندگی میں اتنی با کمال با کردار لڑکی پہلی مرتبہ دیکھی تھی۔ اس لیے اس کو

جانے نہیں دے سکتا تھا۔ انکل! میں شائزہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

اسی دوران کلثوم بیگم شائزہ کو لے کر نیچے گئی۔ وہ ایسی تھی جیسے تھکا ہوا پرندہ۔

''ٹھیک ہے بیٹا۔ جو ہوا میں نے معاف کیا۔''

''انکل! وہ سمجھتی ہے کہ اس نے آپ کا اعتماد اور مان توڑا ہے وہ خوش نہیں ہے۔ پھول بھی اس کو کانٹے لگتے ہیں۔''

اس کی طرف دیکھتے ہوئے احمد صاحب۔

''مان تو میرا ٹوٹا تھا بیٹا۔ میں نے خود کو مشکل سے سنبھالا تھا کیونکہ میں نے بیٹیوں کو خاندان سے لڑ کر پڑھایا تھا۔ میں نے رشتہ مجبور ہو کر دیا تھا ورنہ کبھی نہ دیتا۔ تم نے مجھے مجبور کر دیا تھا۔''

''جناب! جو بھی ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں آپ جیسے لوگوں کو جاننے کا کبھی موقع نہ ملتا۔ واسطہ پڑتا ہے تو حقیقت کھلتی ہے اور لوگوں سے شناسائی ہوتی ہے۔''

''کمال صاحب! باظرف لوگ ہی عزت کے بدلے میں عزت دیتے ہیں کم ظرف اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہی دستور زمانہ ہے۔''

''احمد صاحب! ہمیں شائزہ بیٹی کو بھی اس صدمے سے نکالنا ہے۔ اس کے لیے آپ ہی سب کچھ کر سکتے ہیں۔''

''میں سب کچھ کروں گا وہ میری بیٹی ہے۔''

''آپ اس کو گھر لے جائیں۔ آریز بھی آپ کے گھر آتا رہے گا اور شائزہ کے دِل میں جگہ بنانے کی کوشش کرے گا۔''

اس دوران کلثوم بیگم بھی وہاں آ کر بیٹھ گئی۔

''احمد بھائی! ہمیں شائزہ سے آج بھی بہت پیار ہے ہم ساری زندگی اس کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔''

''جی بھابی! ضرور۔''

''اب ہمیں اجازت دیں۔ شائزہ کہاں ہے؟''

''بھائی! وہ تو پہلے ہی گاڑی میں جا کر سو گئی ہے۔''

جاتے جاتے کمال صاحب شائزہ کے لیے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے۔ ''شائزہ بیٹی بہت stress میں ہے۔''

ان کو خدا حافظ کر کے احمد صاحب گاڑی تک آئے تو آریز عمر، کمال اور کلثوم بیگم سب ان کو گاڑی تک چھوڑنے کے لیے آئے۔ انہوں نے گاڑی میں بیٹھ کر ایک مرتبہ پیچھے دیکھا تو وہ بے ہوش سو رہی تھی۔ گاڑی چلائی اور گھر کو روانہ ہو گئے۔

☆......☆......☆

ابھی گاڑی گھر میں داخل ہوئی ہی تھی تو آگے سے صباء بیگم آ گئی اس کے پیچھے الیان بھی بھاگا بھاگا آ رہا تھا اور سبین بھی۔ گاڑی سے سبین نے شائزہ کو نکالا۔ الیان نے بازو سے پکڑا اور دونوں اندر لے گئے۔ صباء بیگم تو جیسے بیٹی کو دیکھ کر سکتے میں آ گئی تھی۔

''احمد صاحب! کیا ہوا ہے شائزہ کو۔''

''ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔''

''لیکن کیوں۔''

''قسمت نے ہرا دیا ہے اس کو اور اس نے باپ کو فاتح بنا دیا ہے۔ آج میں خوش ہوں کہ میں نے بیٹیاں پڑھائی ہیں۔ علم نے ان کو بہادر بنا دیا ہے۔''

''لیکن وہ تو ہاری ہوئی لگ رہی ہے۔''

''اس ہار میں ہی جیت ہے۔ دراصل وہ لڑ لڑ کر تھکی ہوئی ہے جلد ہی فارم میں آ جائے گی۔ تم لوگ اس سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔ ہم سب مل کر اس کو دوبارہ فام میں لائیں گے۔''

''کیوں نہیں میری بیٹیاں تو ہمیشہ سے ہیرے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ میں ان کے پڑھنے کے خلاف تھی۔''

ابھی کمرے میں جا کر سبین اور الیان نے اس کو بیڈ پر بٹھایا ہی تھا کہ صباء بیگم پہنچ گئی۔

وہ شائزہ کو سلا کر سبین اور الیان کو لے کر آ گئی۔

صبح ناشتے پر سب کھانے کی میز پر تھے۔شائزہ نہ تھی تو احمد صاحب۔

''الیان! جاؤ بہن کو لے کر آؤ۔''

وہ اس کو لے کر آیا۔صباء بیگم نے اس کو پاس بٹھالیا اس کو ناشتہ دیا۔سبین نے بھی اپنی پلیٹ سے ڈبل روٹی اٹھا کر دی۔مگر وہ چپ تھی۔احمد صاحب نے اپنا انڈہ اُٹھا کر اس کی پلیٹ میں رکھا تو جیسے مردے میں جان آ گئی ہو۔اس نے آنکھیں اٹھا کر باپ کی طرف دیکھا۔

''کھاؤ میری شہزادی بیٹی۔''

اس نے کھانا شروع کر دیا۔کیونکہ آج اس کو احساس ہوا تھا کہ آج بھی اس کا باپ اس کے ساتھ ہے وہ تنہا نہیں ہے۔ان کا باپ ان کے لیے ایک طاقت ور دیوار تھا جو ہر سیلاب کے آگے کھڑا ہو جاتا تھا اور وہ اس کے پیچھے چھپ جاتی تھیں۔اس طاقت کی وجہ سے وہ ہر محاذ پر جم کر لڑتی تھیں۔لیکن آریز کے ساتھ شادی اس کو باپ کے چھن جانے کا احساس دلاتی تھی۔اس لیے وہ آریز کو قبول کرنے کو تیار نہ تھی۔باپ کی ایک محبت بھری نظر اور شفقت کے احساس نے اس کو دوبارہ وہ طاقت مل جانے کا احساس دلایا تھا ناشتے پر کمال صاحب نے بھی آریز کی خوشی کے لیے کہا۔

''بیٹا! تم شام کو شائزہ کو دیکھنے ضرور جانا۔''

خوش ہو کر آریز ''ضرور......بابا......ضرور......''

ہنس کر کنول ''انکل آپ فکر ہی نہ کریں۔ہوا پر اڑتا ہوا جائے گا۔''

پاس عمر اس کا مذاق سے ''اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں۔''

ماں کی ممتا فوراً سے جاگی کلثوم بیگم۔

''بس کرو میرے بیٹے کا مذاق۔وہ اس کی بیوی ہے۔اس کو ملنے نہیں جائے گا تو پھر کس کو۔''

''ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔آنٹی بس ایک محاورہ یاد آ گیا تھا۔''

اس کی طرف دیکھتے ہوئے کنول۔

''حاضری نہ لگی تو ہوسکتا ہے آریز میاں نکال دیئے جائیں۔ حاضری ضروری ہے نا آریز؟''

''سکول میں پکا ایڈمیشن ہوگیا ہے۔ اب کوئی نکال نہیں سکتا۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرا اسکول کے بغیر دل نہیں لگتا۔ ٹیچر ہی بڑی خوبصورت ہے کیا کروں۔ اس لیے پکے کام کیے تھے کوئی اور ہی نہ لے جائے۔''

اپنے تجربے کے اعتراف کرتے ہوئے کمال صاحب۔

''خوبصورتی کے ساتھ اقدار سے بھرپور اور کردار اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہے شائزہ بیٹی۔ اللہ نے مجھے دونوں بہویں بہت اعلیٰ دی ہیں کنول نے بھی ہمیشہ اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔''

الیان بھاگا بھاگا آیا ''شائزہ آپی! آریز بھائی آئے ہیں۔''

جیسے ہی شائزہ نے آریز کا نام سنا فوراً کمبل لے کر سوگئی۔ اس کو لگا کہ کہیں اس کے باپ کی محبت اس سے چھن نہ جائے ابھی صبح ہی ملی تھی۔ وہ ایسے دبک کر سوگئی جیسے کوئی بکری شیر کو دیکھ کر ڈر جاتی ہے۔ اس کو لگا کہ اب وہ آگیا ہے تو اس کا باپ دوبارہ اس سے دور نہ ہو جائے۔

جب وہ شائزہ سے بات کر رہا تھا تو آریز پیچھے ہی کھڑا تھا اس کے اس طرح چھپنے کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔ الیان ؟؟؟ کر جا کر کھیلنے لگا۔ وہ دونوں کھیل رہے تھے ببین ماں کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹا رہی تھی حالانکہ نوکرانی بھی کام کر رہی تھی۔ اسی دوران احمد صاحب بھی آگئے تھے۔ رات کو کھانے کی میز پر سب اکٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ سب آریز کو توجہ دے رہے تھے وہ صرف دیکھ رہی تھی۔ اور اس کی توجہ کا مرکز اس کا باپ تھا اس کے باپ کا رویہ بھی آریز کے ساتھ شفقت بھرا تھا۔ صباء بیگم ماں کا کردار نبھا رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ آریز کو توجہ دے مگر وہ نہیں دے رہی تھی۔ باپ بیٹی کے ساتھ تھا وہ اس کو خود فیصلہ کرنے دے رہا تھا صرف اس کی ہمت بندھا رہا تھا۔ اس کو مجبور نہیں کر رہا تھا۔ صباء شائزہ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ وہ بھی آریز کو کچھ دے مگر جب اس نے نہ دیا تو بولی ''شائزہ! آریز کو کباب دو۔''

مگر اس نے بھی سنی ان سنی کر دی۔ احمد صاحب نے اشارے سے صباء بیگم کو منع کر دیا کہ وہ ایسا نہ کرے۔

سبین اور الیان نے خوب توجہ دیا۔ دونوں نے ایک ایک چیز اٹھا کر اس کی پلیٹ میں رکھی۔ الیان نے تو مزے مزے کی باتیں کر کے اس کو تفریح بھی مہیا کی۔ آریز کو بھی کھانے پر بہت مزہ آیا تھا حالانکہ شائزہ نے اس سے کوئی بات نہ کی تھی۔ اس کو اچھی فیملی کا حصہ بن کر اچھا لگ رہا تھا۔ جاتے ہوئے شائزہ کے علاوہ ساری فیملی نے اس کو گاڑی تک چھوڑا اور خدا حافظ کیا۔

وہ گھر میں داخل ہوا ہی تھا تو کنول۔

''ہیرو! پری کے دل میں داخل ہوئے یا نہیں۔''

''بھابی! داخل کیسے ہوتا۔ دروازہ ہی نہیں کھولا۔''

''مطلب؟ ساری محنت ضائع۔''

''آپ ایسا...... نہیں ...... کہہ سکتیں۔''

''مطلب؟''

''داخل ہونے کے لیے ایک سوراخ ڈھونڈا ہے؟''

''اگر سوراخ مل گیا ہے تو داخل ہو گئے۔''

''پوچھیں گی نہیں کیا سوراخ ہے۔''

''مین گیٹ، اگر وہ کھل گیا تو سمجھو داخل ہوں۔''

''پھر ہم امید کریں کہ پری تمہارے پرستان آئے گی۔''

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے تو پیچھے سے عمر آریز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر۔

''فکر مت کرو۔ یہی پرستان اس کا ٹھکانہ ہے اب کہیں نہیں جانے والی۔''

ان دونوں خاندان میں یہ خاص بات تھی کہ مشکل میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے تھے۔ طنز کی بجائے ایک دوسرے کی طاقت بنتے اور ہمت بندھاتے تھے۔ خاندانوں کی کامیابی کا راز بھی اتحاد اور محبت میں ہی ہے ورنہ ایک تو ٹوٹتا ہی ہے ساری فیملی بھی ٹوٹتی ہے۔ ایک ایک کر کے سب بکھر جاتے ہیں اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس لیے مشکل میں دوسرے کے لیے وہ کندھا بن جاؤ جس پر سر رکھ کر وہ

رو سکے اور جب آپ کو ضرورت ہو تو وہ آپ کے لیے وہی کندھا ہو جس پر آپ سر رکھ کر رو سکیں۔

اگلے دن آریز بھی آ گیا تھا۔ ابھی وہ اندر داخل ہی ہوا تھا تو الیان مل گیا۔

”شائزہ کہاں ہے۔“

”بھائی! شائزہ آپی اپنے کمرے میں بیٹھی صبح سے باربی دیکھ رہی ہیں۔“

مسکرا کر آریز ”چلو ہم بھی دیکھتے ہیں۔“

وہ کمرے کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں صباء بیگم ان کو مل گئیں ان سے سلام دعا کرنے کے بعد وہ الیان کے ساتھ کمرے میں چلا گیا۔

”السلام وعلیکم! باربی دیکھی جا رہی ہے؟ چلو! ہم بھی دیکھتے ہیں الیان؟“

اس نے تو کوئی جواب نہ دیا تھا بلکہ سنی ان سنی کر دی۔ البتہ الیان ”بھائی فروزن بہت اچھی باربی مووی ہے۔ آپ کو بھی بہت مزہ آئے گا۔“

وہ شائزہ کے پاس بیڈ پر بیٹھے، لگا تو وہ وہاں سے اٹھ کر دور جا کر بیٹھ گئی۔ وہ دونوں بھی بیٹھ کر دیکھنے لگے۔ اسی دوران سبین کو صباء بیگم نے آریز کے لیے جوس دے کر بھیجا اس نے آ کر جوس آریز کو دیا۔ تو آریز نے اس کو بھی بیٹھنے کے لیے کہہ دیا۔ شائزہ کی طرف دیکھتے ہوئے آریز۔

”سبین آپی! آج لوگ بھی باربی لگ رہے ہیں۔“

”کیوں نہ لگیں آج تو فراک بھی باربی جیسا پہنا ہوا ہے۔“

پاس سے الیان حیرت سے ”لیکن بھائی یہاں تو لوگ نہیں صرف ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔“

اس کے سر میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آریز۔

”ابھی تم بچے ہو تمہیں نظر نہیں آ سکتے۔ تم صرف باربی دیکھو۔ وہ تمہیں نظر نہیں آ سکتے۔

”آپی! کیا باربی میں غرور ہوتا ہے کہ انسان سوال پوچھے اور وہ جواب بھی نہ دیں۔“

”ایسا تو نہیں ہوتا وہ تو خود پاس آ کر حال پوچھتی ہیں۔“

”لیکن میری باربی حال پوچھنا تو دور کی بات ہے وہ تو سلام کا بھی جواب نہیں دیتی۔ بتائیں

آپ تو اس کو کیا کہیں گی۔''

''ہو سکتا ہے وہ تم سے ناراض ہو۔''

''ناراض تو بہت ہے۔ ایسے تو نہیں میں روز روز اس کے گھر کے چکر لگا رہا ہوں۔''

''ہم تو پھر خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہم سے ملنے آتے ہو۔''

''آپی پلیز...... آپ ناراض ہونے کی بجائے میری مدد کریں۔ اب تو اکیلے رات کو نیند بھی نہیں آتی۔''

''یہ باتیں میری بجائے ان کو بتاؤ......''

''کیسے بتاؤں۔ وہ سنتے ہی نہیں۔''

''کوئی بات سنتا نہیں۔ اس کو سنانی پڑتی ہے۔''

وہ بیڈ کے کونے پر بیٹھی تھی ذرا سا اس کے قریب ہو کر آریز۔

''بال بھی باربی جیسے لگ رہے ہیں۔ سچ میں تمہارے بغیر رات کو نیند نہیں آتی۔''

بغیر کوئی جواب دیئے وہ دوسری باتوں کی طرح اس بات کو بھی ہضم کر گئی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی سبین، آریز اور الیان بھی پیچھے آ کر صباء بیگم کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ سب باتیں کر رہے تھے کہ احمد صاحب آ گئے۔

''السلام وعلیکم!''

''وعلیکم السلام! سبین بابا کے لیے جوس لاؤ۔''

وہ جوس لینے گئی تو احمد صاحب آریز سے حال احوال پوچھنے لگ گئے تو صباء بیگم۔

''اچھا ہوا آپ جلدی آ گئے۔ آج سبین کے سسرال کا فون آیا تھا۔ وہ تاریخ لینے آ رہے ہیں۔''

''یہ تو بہتر ہوا ہے یہ فرض بھی پورا ہو جائے گا۔''

پاس بیٹھا آریز ''انکل آپ فکر نہ کریں۔ شادی کے سارے انتظامات میں خود کروں گا۔''

''شکریہ! بیٹا سب ہو جائے گا۔''

''انکل جی! بیٹا بھی کہتے ہیں اور شکریہ بھی۔ میں آپ کا بیٹا ہوں اور بن کر بھی دکھاؤں گا۔ سبین

میری بڑی بہن ہے۔تو بھائی بہنوں کے لیے کرتے ہیں۔"

اس کا جواب سن کر احمد لاجواب ہو گیا۔

جیسے ہی آریز گھر پہنچا تھا تو سب لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے اس کو دیکھ کر کمال صاحب۔

"آج بڑے خوش نظر آرہے ہو۔کہیں بہار تو نہیں آنے والی ہے۔"

"بابا! ایسا ہی ہے۔میں نے گیٹ کھول لیا ہے۔"

"گیٹ کھل گیا ہے تو سمجھو دروازہ بھی کھل گیا۔"

ماں تو بچوں کی خوشی میں ویسے ہی خوش ہو جاتی ہے۔کلثوم بیگم بھی خوش ہو گئی تھی۔خوشی سے۔

"انشاءاللہ! میرے بیٹے کی زندگی میں بہار ضرور آئے گی اور وہ بھرپور زندگی گزارے گا۔"

"بھائی میرے پریاں تم جیسے جنوں کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔بس اب کہ اس کو جانے مت دینا۔"

"بھابی آپ فکر نہ کریں۔اب کہیں نہیں جائے گی۔"

☆......☆......☆

شادی چونکہ گھر میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔اس لیے کام بھی بہت زیادہ تھا۔آریز نے یہ سارا کام اور احمد صاحب کو احساس دلایا کہ وہ ان کا بیٹا ہے اور شائزہ کو بھی خوش رکھے گا۔صباء بیگم بھی آریز سے بہت خوش تھی۔

آخر کار شادی کا دن آگیا۔احمد صاحب کی فیملی بہت خوش تھی۔آج شائزہ بھی اتنی دیر بعد تیار ہوئی تھی اور خوبصورت بھی بہت لگ رہی تھی۔دلہا دلہن کو اسٹیج پر لایا گیا۔تو شائزہ سمیت اس کی کزن دلہے کو دودھ پلانے آئی۔دودھ پلائی کی رسم میں تو اکثر بحث و مباحثہ ہو ہی جاتا ہے اور لوگ اس سے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں۔لیکن کچھ اس ہی رسم میں چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے دل بھی ہار جاتے ہیں۔وہ یہ نہیں سوچتے ہر سامنے آنے والی اچھی چیز پہلے سے ہی کسی کی ہو سکتی ہے۔ایک اور بات ہے ایک چیز جو پہلے سے تک ہو وہ ہی دوسرے کو پسند آتی ہے جو بے چاری کسی کا انتظار کر رہی ہوتی ہے اس کو کوئی پسند نہیں کرتا۔نہ جانے ایسا کیوں ہوتا ہے۔انتظار کو انتظار کیوں ملتا ہے۔

دودھ کا گلاس منیب کو دیتے ہوئے شائزہ۔

''اتنی آسانی سے نہیں ملنے والا۔''

اس کا ایک دوست شائزہ کو دیکھ کر دل ہار چکا تھا اِس کی نظروں میں آنے کے لیے۔

''پھر کیسے ملے گا۔''

اس کو نظر انداز کر کے منیب سے شائزہ۔

''بھائی! دودھ کی پہلے قیمت طے کرنی ہوگی۔''

پیچھے سے وہ ''پلانے والی اتنی خوبصورت ہو تو کون کم بخت قیمت دیکھتا ہے۔''

''آرام سے قیمت سن کر جناب کے ہوش اڑ جائیں گے۔''

''آپ لینے کی بات کریں۔ ہم بنا سوچے ہی قیمت دے دیں گے۔''

''قیمت تو بہت کم ہے صرف دو لاکھ۔''

سن کر منیب ''دودھ بہت مہنگا ہے آپ لے جائیں۔ ہمیں اتنا مہنگا دودھ نہیں پینا۔''

آہستہ سے وہ لڑکا ''یار دینے والی کو دیکھا جاتا'' پھر اونچی آواز سے ''دودھ بالکل مہنگا نہیں۔ وہ تو منیب ایسے ہی کہہ رہا تھا۔ آپ صرف دیں۔ منیب پیسے دیتا ہے۔''

اسی نے منیب سے زبردستی پیسے نکلوائے حالانکہ منیب نہیں دینا چاہتا تھا۔

''دودھ بہت مہنگا تھا یار مروا دیا ہے۔''

پہلے منیب نے دودھ پیا پھر اس کے دوست پی گئے۔

اس کے بعد شائزہ جانے لگی تو وہ۔

''شکریہ تو ادا کرتی جائیں اور نہیں تو نام ہی بتاتی جائیں۔''

''شکریہ کس بات کا؟ نام کیوں؟''

''پیسے دلوانے کا شکریہ اور شکریہ کے طور پر نام۔''

مسکرا کر شائزہ نے اس کو دیکھا اور سر جھٹک کر چلی گئی۔

وہ جا رہی تھی تو اونچی آواز سے ''دو چار کو دودھ پلایا تو ساتھ والے ویسے مر جائیں گے۔''

''یار! کیا لڑکی ہے پاگل کر گئی ہے۔''

''پاگل مت ہونا وہ سامنے دیکھ رہے ہو نا لڑکے کو اس کا شوہر ہے۔''

''نہ کر یار۔''

''جی ہاں اور اس نے بہت ٹیسٹ پاس کر کے جیتا ہے اور تمہاری بھابی کی بہن ہے۔''

''کیا واقعی۔''

''جی ہاں وہ اس کو بہت چاہتا ہے۔''

وہ آریز کو غور سے دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد

''بڑی کی ابھی شادی ہو رہی ہے تو اس کو کیا جلدی تھی۔''

''جلدی شائزہ کو نہیں اس سے شادی کرنے والوں کو تھی جو انہوں نے کیا ہے تم نہیں کر سکتے تھے۔ وہ صرف اپنے باپ کی مانتی ہے تمہاری دال نہیں گلنے والی۔''

شادی میں کلثوم بیگم اور کنول ایک بوڑھی عورت کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ شائزہ ان کے پاس آئی۔ تو آریز بھی آ گیا۔ شائزہ کو پیار کرتے ہوئے کلثوم بیگم۔

''یہ میرا چھوٹا بیٹا اور بہو ہیں۔''

عورت کافی بوڑھی اور تجربہ کار تھی شائزہ کو دیکھ کر۔

''بیٹا لڑکیاں کلیاں ہوتی ہیں ان کو پیار سے رکھنا چاہیے زور سے پکڑو تو مرجھا جاتی ہیں۔''

اس کی بات سن کر آریز نے شائزہ کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کو لگا کہ آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ جب اس نے شائزہ کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا تو بڑی بے باک اور چہرے پر الگ ہی رونق تھی۔ جو اَب اس جنگ میں ختم ہو گئی تھی۔ کبھی وہ ڈری سہمی اور کبھی زخمی شیر کی طرح ہوتی ہے۔ اب مرجھائی ہوئی لگ رہی تھی۔ دونوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے عورت۔

''ماشاء اللہ! چاند سورج کی جوڑی ہے۔'' اس نے شائزہ کو پیار کیا اور بولی ''سدا خوش رہو تم تو

ساری کی ساری پری ہو۔''

وہ دعائیں دے رہی تھی اور آریز شائزہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔کلثوم بیگم بھی جھٹ سے ''ماشاءاللہ''

اپنے اندر کے ڈر سے گھبرا کر کنول۔

''خدا کرے جوڑی سلامت رہے۔''

رخصتی کا وقت ہو گیا تھا سب نے سبین کو رخصت کیا لیکن یہ رخصتی شائزہ کی رخصتی سے مختلف تھی۔شائزہ تو اس دن مردہ لگ رہی تھی ایسے لگ رہا تھا اس کو قبر میں اتار رہے ہیں۔لیکن سبین خوش تھی۔احمد صاحب کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر بھی آرہا تھا اور بیٹی کا کرب بھی محسوس ہو رہا تھا اور آج دوسری بیٹی کی خوشی بھی محسوس ہو رہی تھی۔صباء بیگم کو اس بیٹی اور اس بیٹی کے کار میں بیٹھنے کا منظر دیکھ کر محسوس ہو رہا تھا کہ یہ خوشی سے بیٹھ رہی ہے چہرے پر بھی سکون ہے لیکن شائزہ کو لگ رہا تھا زبردستی قبر میں ڈال رہے ہیں وہ جانا نہیں چاہ رہی تھی۔

آج بیٹی تو نہیں رو رہی تھی لیکن بیٹی کا کرب سوچ سوچ کر احمد صاحب کا دل رو رہا تھا اس دل تو وہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔رخصت تو سبین کو کر رہا تھا۔لیکن احمد صاحب نے شائزہ کو گلے لگا لیا تھا۔اور آج بہت رویا۔شائزہ بھی بہت روئی جیسے کسی کو اس کے دل کا حال پتہ چل گیا ہو۔جس کو وہ سب کچھ بتانا چاہتی ہو۔سب ان کو چپ کروا رہے تھے۔سب یہ سمجھ رہے تھے دوسری بیٹی کے رخصت ہونے پر گھر خالی ہونے کا احساس باپ کو رلا رہا ہے حالانکہ باپ کو تو شائزہ کا دکھ رلا رہا تھا جس کا احساس دوسری بیٹی کی رخصتی میں فرق نے بتایا اور سمجھایا۔دکھ بتائے کہاں جاتے ہیں یہ تو محسوس ہوتے ہیں۔

رخصتی کے بعد سب مہمان اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے آریز رات دیر تک سارے کام کر کے گھر جانے لگا تھا تو احمد صاحب نے اس کو جانے سے روک لیا۔وہ بھی رک گیا۔

انسان کچھ نہیں کرتا سب کچھ اس سے دل ہی کرواتا ہے جہاں شائزہ اپنے باپ کی محبت میں سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھی وہاں آریز بھی اس کو پانے کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار تھا۔محبت کا ایک ہی رنگ نہیں ہوتا۔محبت کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔ان ہی رنگوں کی وجہ سے دنیا میں تنوع ہے سب ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کی ضرورت بن گئے ہیں۔ورنہ

کوئی دوسرے کو منہ نہ لگاتا۔ انسان بھی روبوٹ کی طرح ہوتا۔ عام طور پر یہ ہی سمجھا جاتا ہے محبت صرف لڑکے اور لڑکی کے درمیان ہی ہوتی ہے لیکن باپ بیٹی اور محسن کی محبت لڑکے اور لڑکی کی محبت سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ شائزہ نے اپنے باپ اور محسن کی محبت کی وجہ سے آریز سے منہ موڑ لیا تھا اور اس نے اس کو پانے کے لیے خدا کو پکارا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر آریز

''اے میرے رب! میری مدد فرما میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کو تکلیف دوں گا۔ لیکن مجھ میں اس کو چھوڑنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ تو مجھے شائزہ دے دے۔ جیسے تو نے حضرت زلیخا کو حضرت یوسف دیئے تھے۔ میرے رب میری فریاد سن تو سننے والا ہے۔ دعائیں قبول کرنے والا ہے۔''

وہ تو یوں کی دعا مانگتے ہی سو گیا تھا۔ مگر آج احمد صاحب کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ بیٹی کی تکلیف اس کو سونے نہیں دے رہی تھی بیبن کی شادی نے احمد صاحب کو بہت تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کو احساس ہو رہا تھا کہ اس کی بیٹی نے پچھلے کئی ماہ کیسے تکلیف میں گزارے ہوں گے۔ اس لیے صبح کی بجائے رات کے وقت ہی شائزہ کے کمرے میں چلا گیا۔ تاکہ اس کی بیٹی کی زندگی میں اور کوئی رات تکلیف والی نہ ہو اور وہ ہمیشہ خوش رہے۔

باپ کو کمرے میں دیکھ کر شائزہ۔

''بابا! آپ مجھے بلا لیتے۔''

اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے احمد صاحب۔

''میں اپنی بیٹی کے پاس آ گیا ہوں تو کوئی بڑی بات نہیں ویسے بھی مجھے اپنی بیٹی سے ضروری بات کرنی ہے۔ اس حساب سے تو پیاسے کو کنواں کے پاس آنا پڑتا ہے۔''

''لیکن میرا پیاسا اتنا اہم ہے میرے لیے کہ میں خود اس کے پاس چل کر جا سکتی ہوں بس وہ ایک مرتبہ مجھے بلا کر تو دیکھے۔''

''میرا بھی کنواں اتنا عظیم ہے کہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس کے پاس آؤں۔ یہ بات تو صرف بہانہ ہے۔''

''جی بابا! آپ کہیے۔''

''مجھے اپنی دونوں بیٹیوں پر فخر ہے۔ میں نے دونوں کو پڑھا کر کوئی غلطی نہیں کی۔ دونوں نے بھی اپنے باپ کی عزت کو دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر رکھا ہے۔

''شائزہ! تم نے تو کمال کر دیا۔ آریز کی محبت کو باپ کی عزت پر ٹھوکر ماردی۔ اسے اور اسکے گھر والوں کو احساس دلایا کہ میرے باپ کی عزت دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔ یہاں تک کہ آریز کے گھر والوں کو بھی اپنے ماں باپ کی اعلیٰ تربیت کا گرویدہ کر دیا۔

تمہیں پتہ ہے اس وقت مجھے بہت خوشی ہوئی تھی جب کمال صاحب نے کہا کہ آپ کی بیٹی ہیرا ہے۔ ایسی لڑکیاں تو معاشرے کو سنوارتی ہیں۔''

''بابا! آپ نے بھی ہماری خاطر بہت کچھ سہا ہے۔ پورے خاندان کو فیس کیا ہے۔ یہ سب آپ کی قربانی کا نتیجہ ہے۔''

وہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر محبت سے۔

''بیٹی! آریز کو معاف کر دو۔''

روتے ہوئے شائزہ ''آپ نے کہا اور میں نے معاف کر دیا۔ میرے لیے آپ اہم ہیں۔''

بیٹی کے آنسو صاف کرتے ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے احمد صاحب۔

''سمجھو! جو خدا جوڑے بناتا ہے۔ اس کا مقصد بھی ہوتا ہے شاید! اس شادی کا مقصد یہ ہی ہو کہ یہ ثابت کرنا کہ لڑکیوں کو پڑھایا جائے تو وہ پڑھ لکھ کر صحیح اور غلط میں فرق کرتی ہیں۔ ماں باپ کی عزت کو باقی ہر چیز سے بڑھ کر رکھتی ہے۔ معاشرے کی اقدار قائم رکھتی ہیں۔''

پیار سے احمد صاحب نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنی محبت کا احساس دلایا۔ شائزہ نے بھی باپ کی محبت محسوس کی اور اس کے الفاظ سمجھنے لگی۔

''بابا! میں آپ کی بات سمجھ گئی۔ آپ جو فیصلہ کریں گے میں خوشی اور دل سے قبول کروں گی۔''

☆......☆......☆

صبح کھانے کی میز پر سب ناشتہ کر رہے تھے تو احمد صاحب۔

''آریز بیٹا! پرسوں اپنے گھر والوں کے ساتھ آ کر شائزہ کو لے جانا۔ میں اپنی دونوں بیٹیوں کو اکٹھا رخصت کر دوں گا۔ سمجھو! دونوں کا مکلاوا اکٹھا کر دوں گا۔''

یہ بات سنتے ہی آریز کے چہرے پر خوشی کے مارے رنگ ہی بدل گیا۔ جیسے اُجڑے ہوئے باغ میں بہار آ گئی ہو۔ آریز کی بہار شائزہ تھی کیونکہ وہ ہی اس کے دل کو روشن کر سکتی تھی۔ ہر ایک کے لیے بہار کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ آریز کے لیے بہار کا مطلب شائزہ کا اس کی زندگی میں آنا تھا۔

''جی انکل! ہم سب پرسوں آ جائیں گے۔''

ناشتے کے بعد آریز خوشی خوشی گھر چلا گیا۔ ابھی اس نے گھر میں قدم رکھا ہی تھا تو کمال صاحب۔

''کلثوم بیگم! مٹھائی بانٹو بیٹا کامیاب لوٹا ہے۔''

وہ تو آریز کو دیکھ رہی تھی لیکن آریز۔

''بابا! آپ کو کیسے پتہ چلا۔''

''تمہارے قدموں کی چاپ سے۔''

''وہ کیسے۔''

''تم چل تھوڑی رہے تھے بلکہ زور زور سے زمین پر پاؤں مار کر بتا رہے تھے۔ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔''

''آپ تو سچ میں نجومی ہیں۔''

وہ ماں کے گل لگا تو وہ ''کیا تمہارے بابا سچ کہہ رہے ہیں۔''

''جی ماما! آپ لوگوں کو پرسوں جا کر شائزہ کو لانا ہے۔''

اس سے پہلے کہ وہ کنول بولتی کنول جھٹ سے۔

''مطلب پرستان میں پری نے لوٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تم نے اس کو کیسے منایا ہے؟''

آریز کے جواب سے پہلے عمر

''اس نے گیٹ کھولا اور گیٹ نے اِس کو اس کے دل تک پہنچا دیا۔یعنی اس کو محنت صرف گیٹ کھولنے میں کرنی پڑی ہے۔باقی سب اس نے کیا ہے۔''

پاس ہو کر کنول۔

''اس سے بھی کوئی بات ہوئی ہے۔''

''نہیں بھابی۔صرف صبح ناشتہ کرتے ہوئے اس کو دیکھا تھا۔''

''چلو! کوئی بات نہیں۔اب تو باتیں ہوتی رہیں گی۔''

اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کمال صاحب۔

''مبارک ہو۔میرے بیٹے کو اس کا کھویا ہوا کھلونا واپس مل رہا ہے۔وہ کھلونا جس کے لیے اس نے محنت بھی کی ہے۔''

''بابا! اب اس کھلونے کو کیسے رکھوں۔''

''بیٹا! تم نے محنت سے لیا ہے تمہیں پوچھنے کی ضرورت نہیں باقی تم سب خود ہی کر لو گے۔محنت سے حاصل کی ہوئی چیز کی قدر ہوتی ہے۔''

انتظار کافی مشکل کام ہوتا ہے اب آریز سے بھی پرسوں کا انتظار نہیں ہو رہا تھا اس لیے وہ دو دن سوتا رہا تھا۔پہلے تو شائزہ نے کچھ نہیں سوچا تھا اب شائزہ کو آریز کے گھر جانے سے پہلے سوچیں آ رہی تھیں۔وہ ان سب کے ساتھ کیسے رہے گی۔آریز کے ساتھ کیسے رہے گی۔اب اس کو بھی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔صباء بیگم نے بھی ماں بن کر اس کو سمجھانا شروع کر دیا تھا۔''دیکھو شائزہ! اب آریز تمہارا شوہر ہے اس کا ہر حکم ماننا تم پر فرض ہے۔چاہے تم نے اس کو پڑھایا ہے اس پر رعب مت جمانا۔جو بھی تم سے کہے فوراً کرنے کی کوشش کرنا۔اب اس کا رتبہ بڑھ گیا ہے۔''

''لیکن ماما! آپ نے سبین کو تو نصیحت نہیں کی۔''

''کیونکہ وہ پہلے سے ہی منیب کو شوہر سمجھتی ہے۔اور تم آریز کو کچھ نہیں سمجھتی۔''

"ماما! مجھے عجیب لگ رہا ہے۔"

"بیٹا! انسانوں کے کردار بدلتے ہیں تو مقام بھی بدل جاتے ہیں۔ جیسے بیٹی کا کردار اور ہوتا ہے اور ماں کا اور اسی طرح دونوں کے مقام بھی مختلف ہوتے ہیں۔"

"ماما! مجھے یہ سب سوچ کر ہی مشکل لگ رہا ہے کیا میں آریز کو چھوڑ دوں۔" لیکن پھر سوچ کر "ایسا نہیں کرسکتی۔ بابا نے اس کو ہاں کردی ہے۔"

پھر ماں کے زور سے گلے لگ گئی صباء بیگم نے بھی اس کو بہت پیار کیا۔ جیسے ماں بیٹی کو رخصت کرنے سے پہلے کرتی ہے۔

صبح سویرے ہی آریز اٹھ گیا تھا اور گھر میں شور مچا رکھا تھا حالانکہ شام کو جانا تھا اس لیے سب وقت پر تیار ہوگئے یہ لوگ سبین کے سسرال سے بھی پہلے پہنچ گئے۔ گاڑی سے اتر کر سب لاؤنج کی طرف جا رہے تھے کہ الیان مل گیا۔ آریز اس سے زور سے ملا۔ تو وہ

"آریز بھائی! آج شائزہ آپی بالکل دلہن کی طرح تیار ہوئی ہیں۔"

مسکرا کر آریز "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

پھر وہ دوسروں سے ملا سب جا کر لاؤنج میں بیٹھ گئے احمد صاحب اور صباء بیگم سب سے ملی۔ سب باتیں کرنے لگے لیکن آریز کی آنکھیں شائزہ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

تھوڑی دیر میں سبین کے سسرال والے بھی آگئے۔ سب کو چائے اور لوازمات پیش کیے گئے۔ لیکن شائزہ اور سبین نہیں آئیں۔ تھوڑی دیر بعد کمال صاحب۔

"احمد صاحب! ہم آپ کے مشکور ہیں کہ آپ نے ہمارے بیٹے کو اپنا بیٹا بنایا۔ شائزہ اور سبین بہت کمال بیٹیاں ہیں خدا سب کو ایسی بیٹیاں دے۔ اور آپ جیسا باپ۔"

"کمال صاحب عزت دینے کا شکریہ۔ یہ آپ کا اعلیٰ ظرف ہے ورنہ بیٹی دے کر ذلت لی جاتی ہے۔ بیٹی کے والدین کو لوگ ذلیل کرتے ہیں۔"

"احمد صاحب! آپ کی طرح لوگ بیٹیوں کی تعلیم و تربیت بھی نہیں کرتے۔"

''کمال صاحب! یہ سچ ہے میں نے بیٹیوں کو خاندان سے لڑ کر پڑھایا تھا لیکن میری بیٹیوں نے میری عزت کی لاج رکھی اور ہر چیز کو میری عزت پر قربان کر دیا۔''

''آپ نے بجا فرمایا احمد صاحب۔ اب ہمیں اجازت دیں۔ اور ہماری بیٹی کو ہمارے حوالے کریں۔''

''ضرور...... میں آج دونوں کو بڑے مان اور عزت سے رخصت کروں گا۔ صباء بیگم بچیوں کو لے کر آؤ۔''

صباء بیگم، کلثوم بیگم، کنول اور منیب کے خاندان کی عورتیں سب مل کر دونوں کو لے کر آئیں۔ جیسے شائزہ آئی آریز تو بس اس کو ہی دیکھتا رہ گیا۔ احمد صاحب نے دونوں کو دلہن کی طرح رخصت کیا۔ دونوں ماں باپ کے گلے لگتیں باپ اور ماں دونوں نے پیار سے رخصت کیا۔

لے جا کر شائزہ کو کمرے میں بٹھا دیا۔ اس بار آریز کمرے میں نہیں گیا۔ تھوڑی دیر بعد کنول آئی۔

''آج کمرے میں کیوں نہیں آئے۔''

''بھابی! جب آپ کہیں گی تب آؤں گا۔''

مسکرا کر ''خود ہی سمجھ جائیں۔''

اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی ''سمجھ گئی میرے بھائی۔ اب جاؤ اور سدا خوش رہو۔''

کمرے میں داخل ہوتے ہی آخر یز کی نظر شائزہ پر پڑی تو اس نے نظریں نیچے کر لیں۔ وہ جا کر اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے۔

''اگر اجازت ہو تو ہاتھ پکڑ لوں۔''

''پہلے پوچھا تھا۔''

''لیکن اب تم نے سکھا دیا ہے۔''

اس کا ہاتھ پکڑ کر آریز اس کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے۔

''تم نے مجھے سکھایا۔ بیٹی باپ کا مان ہوتی ہے۔ جو باپ کی عزت کو میرے جیسے انسان جو معاشرے کے لحاظ سے بڑی عزت اور دولت والا ہے۔ ہر کوئی اس کے سامنے جھکنے کو تیار ہے۔ زیادہ مقدم سمجھتی ہے۔ چاہے دنیا جھکے لیکن شائزہ احمد اپنے باپ کی عزت کی خاطر اس کو لات مار کر چلی جائے

گی۔ چاہے وہ اس کے لیے مر ہی کیوں نہ رہا ہو۔ تمہیں پتا ہے میرے آگے پیچھے ہزاروں لڑکیاں تھیں اور مجھے لگتا تھا لڑکی کو رام کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ لیکن تم نے مجھے مات دے دی۔''

پہلی مرتبہ شائزہ آریز کو غور سے دیکھ رہی تھی اور آریز کو لگ رہا تھا وہ جی اٹھا ہے۔

''شکریہ! یار مجھے زندگی میں شامل کرنے کے لیے۔''

اس کا ہاتھ پکڑے ہی ساری رات اس کو دیکھتے دیکھتے ہی سو گیا اور وہ بھی سو گئی۔

لان میں کھڑی شائزہ کھلے پھولوں کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

''اے میرے رب محبت کے رنگ کتنے خوبصورت ہیں جس طرف بکھرتے ہیں، خوشیاں ہی خوشیاں کر دیتے ہیں۔ والدین سے محبت کرو کیونکہ انہوں نے اپنی محبت سے مجبور ہو کر اپنی ساری خوشیاں نچھاور کی ہیں آپ کی تعلیم تربیت کے لیے۔ آپ کو صرف ان کی محبت میں ان کی عزت کا خیال رکھنا ہوتا ہے اور خدا اس کے بدلے میں آپ کو بے شمار خوشیوں سے نوازتا ہے۔

میری اس انوکھی محبت کے صلے میں خدا نے میری زندگی خوشیوں سے بھر دی ہے۔ میں نے اپنے محسن والد کی عزت کا پاس رکھا تھا۔''

اس کے کانوں میں آواز پڑی ''شائزہ کہاں ہو۔''

اس نے مڑ کر دیکھا تو آریز تھا۔

''یار میں تم کو کب سے ڈھونڈ رہا ہوں۔''

مسکرا کر شائزہ ''میں تو ادھر تھی۔''

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو لے گیا۔

......ختم شد......